جلد ۴ جون ۱۹۶۳ء شمارہ ۶

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جون ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ❁ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

ایک آسمانی تقدیر جو بہر حال پوری ہو کر رہے گی	ایڈیٹر	۳
کسرِ صلیب کا وقت آگیا	حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۱۲
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات (عربی نظم)	" " "	۱۵
رضائے الٰہی کا طالب اور اس کی علامات (فارسی نظم)	" " "	۱۶
آنحضرتؐ ہی بائبل کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۷
ہماری اہم ذمہ داری	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن)	۲۱
آؤ یہ تیرہ جہاں واقفِ تنویر کریں (نظم)	مکرم عبد المنان صاحب ناہید	۲۴
خدمتِ دین اور اس کے ذرائع	مکرم مولوی عبد القادر صاحب مربی سلسلہ لاہور	۲۵
انصار اللہ کا عہد	مکرم قائد صاحب عمومی مجلس مرکزیہ	۳۲
فتنہ و فساد کی جڑ	مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے	۳۳
دنیائے عیسائیت میں ایک اور زلزلہ	ایڈیٹر	۳۹
بچوں کے صفحات :-		
بہترین خصلت	"	۴۵
دنیا سے دل نہ لگانے کی نصیحت (نظم)	درثمین (اردو)	۴۶
اہم مرکزی اعلانات	قائدین مجلس انصار اللہ مرکزیہ	۴۷

طابع و ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۶

جون ۱۹۶۳ء

ایک آسمانی تقدیر جو بہرحال پوری ہو کر رہے گی

عیسائیت کے استیصال اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کی آسمانی بشارات

تاریخِ عالم شاہد ہے کہ بعض انقلاب ایسے ہوتے ہیں جو آہستہ آہستہ رونما ہوتے ہیں۔ عرصۂ دراز تک اہلِ دنیا کو یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اُن کے درمیان ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب جنم لے رہا ہے جو دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دے گا۔ خدائی تحریکات کے نتیجہ میں غیر مشہود و غیر محسوس طور پر گوناگوں تغیّر پذیر اثرات جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ جب یہ اثرات ایک حد تک منصۂ شہود پر آکر دنیا والوں کو باور کرادیتے ہیں کہ جلد یا بدیر ایک نئی زمین اور نئے آسمان کی بنیاد پڑنے والی ہے۔ حالات و واقعات میں فی الاصل بتدریج لیکن بظاہر اچانک رونما ہونے والے اِن تغیّرات پر وہ ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہیں رہتے۔

اِس زمانہ میں اِس کی واضح مثال اُنیسویں صدی میں عیسائیت کے بے پناہ عروج اور خلافِ توقع بیسویں صدی میں اس کے رُوبہ زوال ہونے کی محیّرالعقول کیفیت میں ملتی ہے۔ یہ ایک نہایت تکلیف دہ حقیقت ہے کہ انیسویں صدی بعض ایسے غیر معمولی حالات اپنے دامن میں لے کر طلوع ہوئی کہ جن میں عیسائیت کا سیلابِ بلاخیز ہر قسم کی جغرافیائی حدود پھاند کر بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا گیا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ پُورے کُرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لئے بغیر نہ رہے گا۔ تاہم عیسائیت کے اِس بے پناہ فروغ میں اس کے مروّجہ عقائد کی اثر پذیری کا کوئی

دخل نہ تھا، بہ مرہون تھا مغرب کی عیسائی طاقتوں کی سیاسی برتری اور اُن کے سیاسی غلبہ و استیلاء کا۔ مغربی طاقتیں سائنسی ایجادات اور بے پناہ سیاسی اور مادی طاقت کے بل پر مشرق کے وسیع علاقوں کو زیرِ نگیں کر کے انہیں اپنا مطیع و منقاد بناتی چلی گئیں۔ چنانچہ اس سیاسی غلبہ و استیلاء کی آڑ میں عیسائی پادری اور مشنری عیسائی طاقتوں کی زبردست تائید و حمایت اور بے انداز مالی اعانت کے بل پر ان زیرِ نگیں علاقوں میں اپنے تبلیغی مشنوں کا جال پھیلاتے چلے گئے۔ یہ عیسائی مشنری مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرح صحیح معنوں میں مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ نہ رکھتے تھے بلکہ مغرب کی عیسائی طاقتوں کے سیاسی آلۂ کار سے زیادہ ان کی اور کوئی حیثیت نہ تھی۔ ان تمام مشنری سرگرمیوں کا مقصد موعودہ آسمانی بادشاہت کا قیام نہیں بلکہ صرف اور صرف مغربی طاقتوں کے سیاسی مفادات کا تحفظ و استحکام تھا۔ البتہ بہت سے عیسائی پادری اور مشنری اپنی جگہ اِس خوش فہمی میں ضرور مبتلا تھے کہ اِن سیاسی مقاصد کی آڑ میں ایک آدم زاد کی مصنوعی خدائی کا سکّہ خود بخود بیٹھتا چلا جائے گا اور اِس طرح ایک پنتھ اور دو کاج کے طور پر عیسائیت خود بخود پورے کرۂ ارض کا مذہب بننے میں کامیاب ہو جائے گی۔

اب چونکہ عیسائیت کے اِس فروغ میں کسی ابدی صداقت کی اثر پذیری کا کوئی دخل نہ تھا اس لئے بیسویں صدی میں مغربی طاقتوں کے سیاسی اقتدار میں ضعف و اضمحلال کی کیفیت رونما ہونے کے ساتھ ساتھ عیسائیت کے غلبہ و استیلاء کی وہ بنیادیں جو سیاسی اقتدار کی دہلتی زمین میں استوار کی گئی تھیں متزلزل ہونے لگیں اور چرچ کو جو بیسویں صدی شروع ہوتے ہی ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا اُلٹی یہ فکر لاحق ہوئی کہ وہ غیر عیسائی علاقوں میں اپنے اُکھڑتے ہوئے قدموں کو کیونکر جمائے۔ بیسویں صدی کے وسط تک ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ مشرق کے وہ تمام علاقے جنہیں مغربی طاقتوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا ایک ایک کر کے ان کے قبضے سے نکلنے شروع ہو گئے اور اُن کے آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ ان علاقوں سے عیسائیت کی صف بھی لپٹنے لگی۔ اِن حالات میں چرچ نے دیگر مذاہب اور ان میں سے بھی علی الخصوص اسلام کے خلاف براہِ راست جارحیت سے ایک حد تک دستکش ہو کر اپنے پاؤں جمانے اور اپنے اثر و نفوذ کو ازسرِ نو بڑھانے کے لئے بعض نئے طریقے اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ عیسائی مشنوں کی طرف سے متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں اور بدلے ہوئے حالات میں اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی خاطر ایک وسیع منصوبہ تیار کیا گیا۔ اِس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد اور اِس منصوبے پر عملدرآمد کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

اِس ضمن میں سب سے پہلا قدم تو یہ اُٹھایا گیا کہ جہاں پہلے دُنیا بھر میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے ادارے اور کلیسیائی تنظیمیں مغرب کی مرکزی کلیسیائی تنظیموں کی براہِ راست نگرانی اور کنٹرول میں چل رہے تھے وہاں

اب ہر ملک کے چرچ کو نیشنلائز کر دیا گیا یعنی مختلف ملکوں کے مشنری اداروں اور کلیسیائی تنظیموں پر مغرب کی بالادستی کو ختم کر کے ان کا تمام کنٹرول خود مختلف ملکوں کے عیسائی باشندوں کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔ دوسرے افریقہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی پر حد سے زیادہ واویلا کر کے کلیسیائی تنظیموں نے مغرب کے مخیر عیسائیوں سے اس حد تک چندے اور عطیہ جات بٹورے کہ الخاروں دولت جمع کر لی تاکہ سرکاری امداد و اعانت سے محرومی کی خاطر خواہ تلافی ہو سکے۔ تیسرے انہوں نے تبلیغ کا انداز بدل کر بالواسطہ لوگوں پر اثر ڈالنا شروع کر دیا۔ اسی ضمن میں انہوں نے ایک نہایت خطرناک مہم یہ چلائی کہ ہر ملک میں عیسائیت کے خلاف اس وقت تک جو لٹریچر شائع ہو چکا ہے اور جو عیسائیت کے فروغ کی راہ میں روک بنا ہوا ہے اسے اشتعال یا منافرت کی آڑ لے کر خود وہاں کی حکومتوں سے ہی ضبط کرانے کی کوشش کی جائے تاکہ ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو جانے سے لوگوں کو عیسائیت کے جال میں پھنسانے کا راستہ کھلا رہے۔

عیسائیوں کی اس خطرناک مہم بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان کی خفیہ سازش کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ پچھلے دنوں مغربی پاکستان میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کی ایک ۶۴ سالہ پرانی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" اچانک ضبط قرار دیدی گئی۔ عیسائیت کے بالمقابل اسلام کی تائید و حمایت میں لکھی ہوئی ایک معرکۃ الآراء کتاب کی ضبطی اور وہ بھی ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں، ایک ایسا روح فرسا واقعہ تھا کہ جس سے ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مسلمانوں میں بجا طور پر بے چینی و اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نا روا ضبطی کے خلاف دنیا بھر کے احمدیوں کی طرف سے بھی اور پاکستان اور بیرونی ممالک کے درد مند مسلمانوں کی طرف سے بھی پُر زور احتجاج ہوا۔ بالآخر حکومت نے اپنے اس اقدام کے خلافِ اسلام اثرات و مضمرات کا احساس کرتے ہوئے ضبطی کے حکم کو واپس لے کر کتاب کی اشاعت کو پھر بحال کر دیا۔ اس واقعہ کا ایک خوشکن پہلو یہ ہے کہ اس سے عیسائیوں کے ایک ہمہ گیر اور انتہائی گہرے منصوبے کی بعض خطرناک کڑیاں منظرِ عام پر آ گئیں اور مسلمانوں کو اس کے ازالہ اور سدِباب کی طرف توجہ پیدا ہو گئی۔

اس میں شک نہیں کہ عیسائیوں کے روز افزوں انحطاط کو رد کرنے کے سلسلہ میں عیسائیوں کی یہ تدابیر اور یہ منصوبے نہایت درجہ خطرناک ہیں اور بظاہر دور رس نتائج کے حامل نظر آتے ہیں لیکن وہ لاکھ زور لگائیں اور لاکھ تدبیریں کریں مشرق و مغرب میں عیسائیت کے اُکھڑتے ہوئے پاؤں اب دوبارہ کبھی نہیں جم سکتے۔ کیونکہ وہ اپنے مادی وسائل سے دنیا والوں کا تو مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن آسمانی تقدیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آسمان پر اب عیسائیت کے یکسر نابود ہو جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ کتنی ہی عظیم اور ہیبت ناک کیوں نہ ہو اس

آسمانی تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔

یہ تو انیسویں صدی میں عیسائیت کے بے پناہ عروج اور بیسویں صدی میں اس کے بسرعت زوال کے ظاہری اسباب میں سے ایک سبب ہے کہ اس کا عروج مغربی طاقتوں کے سیاسی اقتدار کا مرہون تھا اور اب اس کا زوال اس سیاسی اقتدار کے ضعف و اضمحلال کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ ظاہری سبب رونما بھی ہوتا تب بھی عیسائیت کا زوال پذیر ہو کر رفتہ رفتہ دنیا سے نابود ہو جانا یقینی ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں جبکہ مغرب کی عیسائی طاقتیں سیاسی غلبہ و استیلاء کے اعتبار سے اپنے پورے عروج پر تھیں اور ان کے بل پر مغرب کی عیسائی تنظیمیں پوری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی طوفانی مہم میں مصروف تھیں اور انہیں بوجوہ چند اس میں کامیابی بھی حاصل ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فرستادہ کو مبعوث فرما کر اس کے ذریعے دنیا میں ہر طور اسلام کے غالب آنے اور عیسائیت کے رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو کر یکسر نابود ہو جانے کی بشارت دیدی تھی۔ یہ اس خدائی فیصلے کا ہی نتیجہ ہے کہ اس بشارت کے بعد چند سال کے اندر اندر ایسے حالات رونما ہوئے کہ دفعتًہ مغرب کی عیسائی طاقتوں کا زور ٹوٹنا شروع ہوا اور افریقہ اور ایشیا کے وہ علاقے جو پہلے ان کے زیرنگیں تھے ایک ایک کر کے ان کے قبضے سے نکلنے لگے۔ اور یہ اس خدائی فیصلہ ہی کا نتیجہ ہے کہ آج خود مغربی ممالک میں عیسائیت کا زور دن بدن ٹوٹ رہا ہے اور اس کی آہنی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے۔ ایک دو طرفہ انقلاب ہے جو بیک وقت رونما ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو ایشیائی اور افریقی ممالک میں عیسائیت کا اثر و نفوذ روز بروز کم ہو رہا ہے دوسری طرف خود مغرب کے عیسائی ممالک میں عیسائیت کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی جا رہی ہیں اور یہی وہ خاموش انقلاب ہے جو بہت آہستہ آہستہ اور اکثر کے نزدیک غیر محسوس اور غیر مشہود طور پر ایک عرصہ سے رونما ہوتا چلا آ رہا ہے اور اس لئے ہوتا چلا آ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان پر فیصلہ فرما چکا ہے کہ دنیا سے مروجہ عیسائیت (جسکی بنیاد ایک آدمزاد کی مصنوعی خدائی پر ہے) کی صف لپیٹ دی جائے اور اس کی جگہ وہ خالص اور حقیقی توحید جس کا اسلام نے درس دیا ہے دنیا میں پھیلے اور اس شان سے پھیلے کہ ساری دنیا پر محیط ہو جائے۔ ذیل میں ہم اس آسمانی فیصلہ پر مشتمل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بعض پیشگوئیاں جنہیں ہم آج اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں درج کرتے ہیں تاکہ عیسائیت کے بے پناہ عروج کے بعد اس کے زوال و انحطاط اور فی زمانہ عیسائیوں کے قلبی اضطراب کی اصل اور حقیقی وجہ پورے طور پر واضح ہو سکے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسرِ صلیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق مسیح موعود کی حیثیت سے اپنی بعثت کی ایک بنیادی غرض قرار دیا اور اعلان فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے

صلیب کا غلبہ مٹانے پر ہی مامور کیا ہے تاکہ دنیا سے ایک انتہائی خطرناک قسم کا شرک نابود ہو اور اس کی بجائے خالص اور حقیقی توحید جس کا علمبردار صرف اور صرف اسلام ہے دنیا میں پھیلے اور یہ دنیا کلمۂ واحدہ پر متحد و متفق ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے مسلمانو! سنو اور غور سے سنو کہ اسلام کی پاک تاثیروں کو روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کو پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُر زور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسمِ سحر کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور (عیسائیوں کی) ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔"

(فتح اسلام)

آگے چل کر اسی کتاب میں آپ نے واضح فرمایا کہ صلیب کا یہ غلبہ خاص خدائی تائید اور اس کی نصرت کے ماتحت ہٹے گا۔ کیونکہ خدا نے میرے ساتھ زمین پر فرشتے اُتارے ہیں۔ جو اس غلبہ کو مٹا کر رکھ دیں گے اور لوگوں کو کھینچ کھینچ کر توحید کی طرف لائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"سو اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت کے علاوہ جس کی تفصیل "براہین احمدیہ" میں بہ بسط تمام مندرج ہے حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے

توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مَیں آسمان سے اُترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے۔ اور اگر میں چُپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے۔ اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔"

(فتح اسلام)

صلیب کا غلبہ مٹانے کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت پر آپؑ نے یہاں تک زور دیا کہ لکھا کہ اگر آسمان سے فرشتے نازل نہ ہوں اور دنیا کے کونے کونے میں اُن کی باطنی تحریکات کی وجہ سے لوگ تثلیث کو الوداع کہہ کہہ کر حق اور راستی کی طرف نہ کھنچے چلے آئیں تو پھر میں اپنے دعوے میں جھُوٹا ثابت ہوں گا۔ چنانچہ آپ نے پورے وثوق اور تحدّی کے ساتھ فرمایا:۔

"چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اِس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے ...... سو تم اِس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔" (فتح اسلام)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کے غلبہ کو مٹا کر اُس کی جگہ اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کیلئے ہی آپ کو دنیا میں مبعوث فرمایا تھا اس لئے عیسائیت کے استیصال کے لئے آپ کو ایک پُرجوش فطرت ودیعت کی گئی تھی۔ آپ کو اگر کوئی غم تھا اور کوئی فکر لاحق تھا تو یہی کہ صلیب کا غلبہ ٹوٹے اور اس کی جگہ اسلام دنیا میں غالب آئے آپ اپنے اِس غم اور درد کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مَیں دیکھتا ہوں کہ جس کام کے لئے اُس نے مجھے مقرر کیا ہے اُس کے حسبِ حال جوش اور سوزش بھی میرے سینے میں پیدا کر دی ہے۔ مَیں بیان نہیں کر سکتا کہ اِس ظلمِ صریح کو دیکھ کر جو ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے میرے دل میں کس قدر درد اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ ہزاروں ہزار انسان ہیں جو اپنے اہل و عیال اور دوسری حاجتوں کے لئے دعائیں

کرتے اور تڑپتے ہیں۔ مگر مَیں سچ کہتا ہوں کہ میرے لئے اگر کوئی غم ہے تو یہی ہے کہ نوع انسان کو اِس ظلم صریح سے بچاؤں کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا بنانے میں مبتلا ہو رہی ہے اور اُس سچے اور حقیقی خدا کے سامنے ان کو پہنچاؤں جو قادر اور مقتدر خدا ہے۔ میری فطرت میں کسی اَور امر کے لئے کوئی اَور میلان ہی نہیں رکھا گیا اور نہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اَور کسی چیز کی حاجت میرے لئے رہنے دی ہے۔ اِس لئے میری بڑی دعا اور آرزو یہی ہے کہ مَیں اس باطل کا استیصال دیکھ لوں جو خدا تعالیٰ کی مسند پر ایک عاجز انسان کو بٹھایا جاتا ہے، اور حق ظاہر ہو جاوے۔ مَیں اس جوش اور درد کا جو مجھے اِس حق کے اظہار کے لئے دیا گیا ہے بیان کرنے کے واسطے الفاظ نہیں پاتا۔ اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ کوئی اَور مسیح بھی آسمان سے اُترنے والا ہے تو بھی مَیں اپنے دل پر نظر کر کے کہہ سکتا ہوں کہ جو گداز ش اور جوش مجھے اِس خدمت کے لئے دیا گیا ہے کبھی کسی کو نہیں دیا گیا۔ (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۲ء)

عیسائیت کے استیصال کے لئے اپنے اِس درد و جوش اور سوزش و گدازش کا ایک اَور موقع پر اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ مَیں اِس درد و غم اور سوزش و گدازش کی وجہ سے فنا ہو جاتا' لیکن میرے قادر و توانا خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ صلیب کا یہ غلبہ ضرور مٹے گا اور سب ملّتیں ہلاک ہوں گی اور تمام باطل مذاہب مٹا دیئے جائیں گے۔ ایک اسلام ہی ہوگا جو دنیا میں ہمیشہ ہمیش قائم رہے گا اور اِس شان سے قائم رہے گا کہ دنیا پر صرف اور صرف اسی کی حکمرانی ہوگی اور خدا خود اپنے ہاتھ سے یہ عظیم الشان انقلاب برپا کرے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

"مَیں ہر دم اِس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے ...... مَیں کبھی کا اِس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا آقا قادر و توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے، غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے، مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو مریم اور اُس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں۔ سو اَب اُس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے۔ سو اَب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا' اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو تسلیم کر لیتی تھیں، نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا

پتہ لگے گا، اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا، اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

یہ آسمانی بشارات جنہیں آج ہم اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں اور جن کے مطابق ہی عیسائیت کا عروج یکدم ختم ہو کر اس کے زوال کی بنیاد پڑی ہے، اِس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہی ہیں کہ عیسائی چرچ دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے اُکھڑتے ہوئے قدم جمانے کی لاکھ کوششیں کرے، بے شک وہ افریقہ میں اسلام کی پیش قدمی کا "ہوّا" دکھا کر الغاروں دولت جمع کر لے جیسا کہ فی الحقیقت اس نے کر بھی لی ہے، اور وہ بے شک ریشہ دوانیاں اور سازشیں کر کے اسلام کے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے جیسا کہ فی الحقیقت اُس نے اٹھا نہیں رکھی، اُس کے اُکھڑتے ہوئے قدم اب کبھی نہیں جمیں گے، اُسے وہ پہلی سی عظمت اب کبھی حاصل نہیں ہوگی، اس کا زوال بڑھتا ہی جائے گا اور بالآخر اس کی ہستی کو ختم کر کے رکھ دیگا کیونکہ یہ کسی انسان کا منصوبہ نہیں بلکہ حیّ و قیّوم اور قادر و توانا خدا کا اپنا فیصلہ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اُس کے اِس فیصلے کے نافذ ہونے اور رو براہ آنے میں حائل نہیں ہو سکتی۔ عیسائیت بہر حال مٹے گی اور اس کی جگہ اسلام دنیا میں غالب آئے گا اور اس کا یہ غلبہ ہمیشہ ہمیش رہے گا۔

لیکن اِس خدائی فیصلہ کے رو براہ آنے میں ایک ذمہ داری ہم پر بھی عائد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عیسائیت کے استیصال کے سلسلہ میں ہمارے اندر بھی وہی درد، وہی جوش، وہی سوز ش، اور وہی گدازش ہونی ضروری ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طُرّہ امتیاز تھی۔ اس کے بغیر نہ ہم آپ کے حقیقی پیرو کہلا سکتے ہیں اور نہ اِس خدائی تقدیر کے رُو براہ آنے میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔ یہ تقدیر تو بہر حال نافذ ہو کر رہے گی

کیونکہ اس کو نافذ کرنے کا خدا نے خود ذمہ اٹھایا ہے۔ اُس کے فرشتے آسمان سے نازل ہو ہو کر عیسائیت کے استیصال اور اسلام کے غلبہ کی راہ ہموار کر رہے ہیں اور وقت آنے پر خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیریں باطل کر کے رکھ دے گا اور موم کا وہ بُت جسے سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے پاش پاش ہو کر رہ جائے گا لیکن اگر ہم آگے بڑھ کر قربانی و ایثار کا مظاہرہ کریں گے اور اسلام کو غالب کر دکھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے تو پھر خدائے قادر و قدوس کے نزدیک بے اندازہ اجر و ثواب اور افضال و انعامات کے مستحق قرار پائیں گے۔ خدا نے ہمیں اس بے اندازہ اجر و ثواب اور افضال و انعامات سے نوازنے کے لئے اسلام کے آخری غلبہ کے ظہور کو مصلحتاً روکا ہوا ہے کیونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے ہی فرما گئے ہیں:۔

> "سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں، ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔" (فتح اسلام)

آسمانی فوجیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> "میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اُسی کے مُنہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اُس کو دیکھ رہا ہوں۔ دُنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صـ ۱۳)

کلمات طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مَیں پکار کر کہتا ہوں کہ اَب کسرِ صلیب کا وقت آگیا ھے

خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے پاک اور درخشندہ چہرہ سے سب گرد و غبار دور کر دے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بموجب مسیح موعود کے لئے مقدر تھا کہ وہ دنیا میں صلیب کے غلبہ کے وقت مبعوث ہو اور اُس کے اِس غلبہ کو مٹا کر اُس کی بجائے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں عین اُس زمانہ میں مبعوث ہو کر جب عیسائیت ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھی کسرِ صلیب کے فریضہ کو نہایت مہتم بالشان طریق پر ادا فرمایا اور ایک دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ ذیل میں ہم حضور علیہ السلام کے کلمات طیّبات میں سے ایک ضروری اقتباس ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں جس میں حضورؑ نے کسرِ صلیب کی اہمیت پر روشنی ڈال کر واضح فرمایا ہے کہ اِس سے مراد کیا ہے (ادارہ)

"مَیں پکار کر کہتا ہوں کہ اَب خدا کا وقت آگیا ہے۔ جو کچھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا تھا اُس کے پُورا ہونے کا وقت آپہنچا یعنی یہ کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا۔ اس سے یہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تھی کہ وہ صلیب کو توڑتا پھرے گا۔ کیونکہ اگر صلیب توڑنے سے ہی کوئی مسیح موعود ہو سکتا ہے تو صلاح الدین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں بہت سی صلیبیں توڑی گئی تھیں، علاوہ بریں صلیب کے اس طرح پر توڑنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اگر ایک لکڑی کی صلیب توڑی جائے تو دس اَور بن سکتی ہیں۔ چاندی سونے کی بن جاتی ہیں۔ مگر نہیں خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے لئے جو کسرِ صلیب مقرر کیا تو اس سے یہ ہرگز مراد نہیں تھی کہ وہ اِن صلیبوں کو توڑتا پھرے گا کیونکہ اِس سے ظالم ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ پس جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں وہ دین کو بدنام کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو اس جسمانی جنگ سے بَری رکھا ہے اور اس کے لئے یہ مقرر کیا کہ یَضَعُ الْحَرْبَ تاکہ اِس دودھ میں مکھی نہ پڑ جاوے۔

مسیح موعود دنیا میں آیا ہے تاکہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دُور کرے اور اپنی حجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں۔ بلکہ اُس کی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اُس کے حقائق و معارف و حجج و براہین اور خدا تعالےٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اُس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اُس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوئی ہیں۔ اِس لئے وہ تمام لوگ آگاہ رہیں جو اسلام کے بزورِ شمشیر پھیلائے جانے کا اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنے اِس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کے لئے کسی جبر کی محتاج نہیں ہیں۔ اگر کسی کو شک ہے تو وہ میرے پاس رہ کر دیکھ لے کہ اسلام اپنی زندگی کا ثبوت براہین اور نشانات سے دیتا ہے۔

اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور اُس نے ارادہ فرمایا ہے کہ اُن تمام اعتراضوں کو اسلام کے پاک وجود سے دُور کر دے جو خبیث آدمیوں نے اُس پر کئے ہیں۔ تلوار کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کا اعتراض کرنے والے اب سخت شرمندہ ہوں گے ....

یہودیوں کے لئے خدا نے جو مسیح پیدا کیا تھا اُس کی غرض بھی یہی تھی کہ یہودیوں کی آلائش دھو ڈالے جو جبر کے ساتھ اشاعت مذہب کی اُن سے منسوب کی گئی تھی۔ اِسی طرح یہ چودھویں صدی میں مسیح موعود کو خدا نے بھیجا ہے۔ اس کی غرض اور مقصود بھی یہی ہے کہ اسلام کو اس اعتراض سے صاف کرے کہ اسلام کو جبر کے ساتھ پھیلایا گیا ہے۔ اس لئے اس کا پہلا کام یہی ہے کہ وہ لڑائی نہ کرے گا۔

انگلستان اور فرانس اور دیگر ممالکِ یورپ میں یہ الزام بڑی سختی سے اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ وہ جبر کے ساتھ پھیلایا گیا ہے۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ وہ نہیں دیکھتے کہ اسلام لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی تعلیم دیتا ہے اور اُنہیں نہیں معلوم کہ کیا وہ مذہب جو فتح پا کر بھی گرجے نہ گرانے کا حکم دیتا ہے کیا وہ جبر کر سکتا ہے؟ مگر اصل بات یہ ہے کہ اِن مُلّانوں نے جو اسلام کے نادان دوست ہیں یہ فساد ڈالا ہے۔ انہوں نے خود اسلام کی حقیقت کو سمجھا نہیں اور اپنے خیالی عقائد کی بنا پر دوسروں کو اعتراض کا موقعہ دیا۔ جو کچھ عقائد اِن نادانوں نے بنا رکھے ہیں اُن سے نصاریٰ کو خوب مدد پہنچتی ہے۔ اگر یہ لوگ جہاد کی صورت میں دھوکا نہ دیتے یا نہ کھاتے تو کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہیں مل سکتا تھا۔ مگر اب خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے پاک اور درخشاں چہرہ سے یہ سب گرد و غبار دُور کرے

اور اُس کی خوبیوں اور حُسن و جمال سے دنیا کو اطلاع بخشے۔ چنانچہ اِسی غرض اور مقصد کے لئے اُسوقت جبکہ اسلام دشمنوں کے نرغے میں پھنسا ہوُا بے کس اور یتیم بچہ کی طرح ہو رہا تھا اُس نے اپنا یہ سِلسلہ قائم کیا ہے اور مجھے بھیجا ہے تا مَیں عملی سچائیوں اور زندہ نشانات کے ساتھ اسلام کو غالب کروں۔"

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ صفحہ ۵-۶ - پرچہ ۳۰/اپریل ۱۹۰۲ء بحوالہ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۷)

رسُولِ پاکؐ کے لئے غیرت!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہندوستان اور پنجاب میں کم سے کم ۴۵ برس سے یہ بے اعتدالیاں شروع ہیں۔ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء سیّدالمطہّرین افضل الاوّلین و الآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو (عیسائیوں کی طرف سے) اِس قدر گالیاں دی گئی ہیں اور اِس قدر قرآن کریم کو بیجا ٹھٹھے اور ہنسی کا نشانہ بنایا گیا ہے کہ دُنیا میں کسی ذلیل سے ذلیل انسان کیلئے بھی کسی شخص نے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ یہ کتابیں کچھ ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ اور جو شخص اِن کتابوں کے مضمون پر علم رکھ کر اللہ جلّشانہٗ اور اُس کے رسول پاکؐ کے لئے کچھ بھی غیرت نہیں رکھتا وہ ایک لعنتی آدمی ہے نہ مولوی اور ایک پلید حیوان ہے نہ انسان۔"

(نور القرآن حصہ دوم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

وَلَسْتُ بِرَبِّیْ کَاذِبًا تَارِکَ الْهُدٰی وَلَسْتُ بِرَبِّیْ کَالَّذِیْ هُوَ یَهْذِرُ

خدا کی قسم میں جھوٹا اور حق کو ترک کرنے والا نہیں ہوں۔ خدا کی قسم میں اُن لوگوں کی طرح نہیں جو خلافِ واقعہ باتیں کرتے ہیں

وَهَنَّأَنِیْ رَبِّیْ بِنَهْجِ مَحَبَّةٍ عَلٰی مَا تَضَوَّعَ مِسْکُ فَتْحِیْ وَعَنْبَرُ

میرے خدا نے مجھ کو محبت کے طریق سے مبارک دی ہے اس بنا پر کہ میری فتح کے عنبر اور مُشک خوشبو دینے لگے ہیں۔

وَذٰلِکَ مِنْ بَرَکَاتِ رُوْحِ رَسُوْلِنَا نَبِیٌّ لَهٗ نُوْرٌ مُنِیْرٌ وَّ اَزْهَرُ

اور یہ سب ہمارے رسولؐ کی روح کی برکت سے ہے۔ وہ ایسا نبی ہے جس کا نُور روشن بلکہ روشن تر ہے۔

رَؤُوْفٌ رَحِیْمٌ اٰمِرٌ مَانِعٌ مَعًا بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ فِی الْکُرُوْبِ مُبَشِّرُ

ہمارا رسولؐ مہربان ہے، رحیم ہے، امر و نہی کرنیوالا ہے۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور دُکھوں میں خوشی کی خبر دینے والا ہے

لَهٗ دَرَجَاتٌ لَا شَرِیْکَ لَهٗ بِهَا لَهٗ فَیْضُ خَیْرٍ لَا تُضَاهِیْهِ اَبْحُرُ

اس کا وہ رتبہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا نیکی کا فیضان ایسا ہے کہ سمندر اس کی برابری نہیں کر سکتے۔

تَخَیَّرَهُ الرَّحْمٰنُ مِنْ بَیْنِ خَلْقِهٖ ذُکَاءٌ بِجَلْوَتِهٖ وَبَدْرٌ مُنَوَّرُ

خدا نے اس کو تمام مخلوق سے پسند کر لیا ہے۔ وہ خدا کے نور سے سورج اور چودھویں کا روشن چاند ہے۔

رَؤُوْفٌ رَحِیْمٌ کَهْفُ اُمَمٍ جَمِیْعِهَا شَفِیْعُ الْوَرٰی سَلّٰی اِذَا مَا اُضْجِرُوْا

وہ مہربان اور رحیم ہے اور ساری اُمت کی پناہ ہے۔ مخلوق کی شفاعت کرنیوالا ہے۔ جب کوئی تنگدل ہوا اس نے اسکو تسلی دی۔

اَلَا مَا هَرَفْنَا فِیْ ثَنَاءِ رَسُوْلِنَا لَهٗ رُتْبَةٌ فِیْهِ الْمَدَائِحُ تُحْصَرُ

سُنو! ہم نے اپنے رسولؐ کی مدح میں مبالغہ نہیں کیا۔ درحقیقت اس کا رُتبہ تو ایسا ہے کہ مدح ختم ہو جاتی ہے۔

(جنگِ مقدس۔ درثمین عربی صـ۳۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

رضائے الٰہی کا طالب اور اس کی علامات

ہر کہ گیرد رہ خدائے یگاں　　　آں خدائش بس است در دو جہاں

جو بھی خدائے واحد کا راستہ اختیار کریگا اس کے لئے خدا تعالیٰ دونوں جہانوں میں کافی ہے

لاجرم طالب رضائے خدا　　　بگسلد از ہمہ برائے خدا

یہ پکی بات ہے کہ خدا کی رضا کا طالب خُدا کے لئے ہر ایک سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔

شیوہ اش مے شود فدا گشتن　　　بہرِ حق ہم زجاں جُدا گشتن

اس کا مذہب تو یار پر قربان ہو جانا اور خدا کے لئے اپنی جان سے جُدا ہونا ہے۔

در رضائے خدا شدن چوں خاک　　　نیستی و فنا و استہلاک

خُدا کی رضا میں خاک ہوجانا اور نیستی اور فنا اور ہلاکت کا طالب ہونا۔

دل نہادن در آنچہ مرضیٔ یار　　　صبر زیر مجاریٔ اقدار

جو یار کی مرضی ہو اس پہ راضی ہونا اور جاری شدہ قضا و قدر پہ صبر کرنا۔

تو بحق نیز دیگرے خواہی　　　ایں خیال است اصل گمراہی

تُو خدا کے ساتھ اَوروں کو بھی چاہتا ہے۔ بس یہی خیال گمراہی کی جڑ ہے۔

گر دہندت بصیرت و مردی　　　از ہمہ خلق سُوئے حق گردی

اگر تجھ میں عقل اور عزم راسخ ہو تو تُو صرف خدا ہی کی طرف متوجہ رہے۔

در حقیقت بس است یار یکے　　　دل یکے جاں یکے نگار یکے

در حقیقت محبوب ایک ہی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دل بھی ایک ہی ہوتا ہے اور جان بھی ایک اسلئے معشوق بھی ایک ہونا چاہیئے

(براہین احمدیہ حصّہ دوم صفحہ ۱۳۰)

آنحضرتؐ ہی بائیبل کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

بائیبل میں استثناء باب ۱۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک واضح پیشگوئی ہے لیکن عیسائی اسے توڑ مروڑ کر حضرت مسیحؑ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وہ ملفوظات پیش کرتے ہیں جن میں حضور نے عیسائیوں کے ان استدلالات کو رد کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا ہیں۔ (ادارہ)

"اصل بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئیاں بائیبل میں پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب قرآن کریم کے ذریعہ پوری ہوئی ہیں اور اس کے ذریعہ سچی ثابت ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض پیشگوئیاں عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان پیشگوئیوں کی علامات بتا دیتی ہیں کہ ان کا حضرت مسیحؑ پر چسپاں کرنا غلطی ہے۔ اس بارہ میں سب سے پہلی پیشگوئی استثناء باب ۱۸ آیت ۱۷ تا ۱۹ کی ہے۔ یہ پیشگوئی اتنی واضح ہے کہ اسے کسی صورت میں بھی کسی اور پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو طور کے دامن میں لے گئے تو بائیبل میں لکھا ہے کہ آسمان پر متواتر بجلی چمکنی شروع ہوئی اور اُس سے زور زور کی آوازیں پیدا ہوئیں۔ بنی اسرائیل خوفزدہ ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ تُو خود جا اور خدا سے کلام کر ہم اُس کا کلام سُننا نہیں چاہتے اور نہ ہماری اولادیں اُسے سُنیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اِن کو کہدے کہ مَیں نے ان کی بات سُن لی ہے۔ اب مَیں ان سے یہی معاملہ کروں گا جو وہ چاہتے ہیں۔ یعنی آئندہ مَیں ان میں سے شرعی نبی برپا نہیں کروں گا بلکہ انکے بھائیوں میں سے برپا کروں گا۔ یہ پیشگوئی حضرت مسیحؑ پر کسی صورت میں بھی چسپاں نہیں ہو سکتی۔ اگر اسے اُن پر چسپاں کیا جائے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرعی نبی نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ شرعی نبی تھے۔ اِس کی دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کا وہ قول ہے جو انجیل میں آتا ہے کہ :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔"

(متی باب ۵ آیت ۱۷-۱۸)

لیکن اگر بفرضِ محال حضرت مسیحؑ کو شرعی نبی ہی مان لیا جائے تب بھی وہ موسیٰؑ کی مانند نہیں ہو سکتے کیونکہ عیسائی نقطۂ نگاہ کے مطابق انہوں نے شریعت کو لعنت قرار دے دیا تھا اور خود بھی لعنتی ہو گئے تھے۔

پھر اس پیشگوئی میں لکھا ہے کہ وہ نبی تیرے بھائیوں میں سے ہو گا مگر انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داؤد کی نسل سے بتاتی ہے۔ اگر اس پیشگوئی کو حضرت مسیحؑ پر چسپاں کیا جائے تو لازماً ان کا حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہونا غلط قرار پاتا ہے۔ حالانکہ مسیحی لوگ نہیں کہہ سکتے کہ انجیل نے جو کچھ بتایا ہے وہ غلط ہے اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے نہ کہ بنی اسماعیل میں سے۔ پس "تیرے بھائیوں" سے لازماً بنی اسرائیل مراد نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے بھائی بنی اسمٰعیل ہی مراد ہیں۔

پھر اگر اس سے حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہوتے تو وہ اپنے آپ کو اس کا مصداق بھی قرار دیتے اور دعویٰ کرتے کہ میں مثیلِ موسیٰ ہوں۔ مگر انجیل کو دیکھنے سے یہ بات کہیں نظر نہیں آتی کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی مثیلِ موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ لیکن قرآن کریم میں یہ دعویٰ موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل آیت ۱۶) یعنی اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے بالکل اسی طرح جس طرح فرعون کی طرف ہم نے رسول بھیجا تھا۔ یہ مثیلِ موسیٰ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اسی طرح سورۃ احقاف میں بھی مثیل کا لفظ پایا جاتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (احقاف آیت ۱۱) یعنی کہہ دے کہ اے لوگو! (جو قرآن کریم پر غور کرنا بھی پسند نہیں کرتے) بتاؤ تو سہی اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو اور تم نے اس کا انکار بلا سوچے سمجھے کر دیا (تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا) اور پھر بنی اسرائیل میں سے ایک شخص (موسیٰؑ) اپنے ایک مثیل کی گواہی بھی دے چکا ہے۔ پس وہ تو اس پر ایمان لے آیا۔ مگر تم لوگوں نے تکبر کیا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظالموں کو کبھی کامیابی کا منہ نہیں دکھاتا۔ یہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰؑ نے کی تھی۔ اس جگہ اس پیشگوئی کو بطور دلیل کے پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ ہیں۔ اور موسیٰؑ تو پیشگوئی کر کے اس آنے والے نبی پر ایمان لے آیا مگر تم

نے انکار کر دیا اور تکبر سے کام لیا۔ غرض اس آیت میں علیٰ مثلہٖ کی پیشگوئی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کیا گیا ہے مگر حضرت عیسیٰؑ نے کہیں اسے اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا۔

اس سے بڑھ کر ایک اور بات یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے خود مثیلِ موسیٰؑ ہونے سے انکار کیا ہے اور ان کا یہ انکار کتاب اعمال باب ۳ آیت ۱۹ تا ۲۶ میں درج ہے۔ لکھا ہے :-

"پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں اور وہ یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں میں آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے اُس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا، بحال ہوویں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھاوے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سُنے وہ قوم سے نیست کیا جائے گا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموایل سے لے کر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس کے عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے۔ جب ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں گے۔ تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اٹھا کے پہلے بھیجا کہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے پھیر کے برکت دے۔"

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اُس وقت تک نہیں آسکتے جب تک کہ وہ تمام پیشگوئیاں پوری نہ ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھیں۔ اور آیت ۲۵ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "مثیل موسیٰ" مسیح کی پہلی بعثت کے بعد اور دوسری بعثت سے پہلے آئے گا گویا اس جگہ اُن کی دو بعثتوں کا ذکر ہے جن میں سے دوسری بعثت مثیلِ موسیٰ کے بعد ہے۔ پس انجیل نے مثیلِ موسیٰ کی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام کی دو بعثتوں کے درمیان بتائی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا پہلا نزول مثیلِ موسیٰ سے پہلے ہوا اور دوسرا نزول اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تمام پیشگوئیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کے متعلق بیان فرمائی تھیں پوری نہ ہو جائیں۔ اسی طرح استثناء باب ۳۳ آیت ۲ میں بھی ایک پیشگوئی بیان کی گئی ہے جو یہ ہے :-

"اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔"

اس میں آنے والے موعود کے متعلق کئی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ **اوّل** یہ کہ وہ فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوگا۔ اور فاران کا پہاڑ مکہ کے علاقہ میں ہی ہے۔ **دوسرے** یہ بات بتائی گئی ہے کہ وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آئے گا۔ اس جگہ دس ہزار قدسیوں سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہؓ کا موجود ہونا ہے۔ اتنی بڑی تعداد کسی اور نبی کے ساتھ اس جگہ جمع نہیں ہوئی۔ اور پھر صحابہؓ کے قدوسی ہونے کا ثبوت بھی قرآن کریم سے ملتا ہے۔ فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (سورہ توبہ آیت ۱۰۰) کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ صرف بارہ حواری تھے مگر ان میں سے بھی ایک نے تیس روپے لے کر حضرت مسیحؑ کو گرفتار کرا دیا اور دوسرے نے لعنت ڈالی اور باقی سب گرفتاری کے وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے ایسے جاں نثار صحابہ بخشے جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا اور اپنی جانیں قربان کر کے آپؐ کی حفاظت کی۔ **تیسری** علامت یہ بتائی گئی تھی کہ اُس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ہوگی۔ اگر مثیلِ موسیٰ سے مراد اس جگہ حضرت مسیح علیہ السلام سمجھے جائیں تو یہ پیشگوئی غلط ٹھہرتی ہے کیونکہ مسیحؑ کے پاس کوئی نئی شریعت نہ تھی۔ اس جگہ قرآنی شریعت کو آتشی شریعت اس لئے کہا گیا ہے کہ آتش کے دو فائدے ہوتے ہیں اوّل جلانا دوسرے نور دینا۔ گرم پانی یا گرم لوہا دوسری چیز کو جلا تو سکتا ہے مگر آگ جلانے کے علاوہ نور بھی دیتی ہے۔ پس آتشی شریعت کہہ کر بتایا گیا ہے کہ وہ ایسی شریعت ہوگی جو دو کام کرے گی۔ اُس میں ایک طرف تو نار ہوگی اور دوسری طرف نور ہوگا۔ وہ ایک طرف تو تمام گندی اور بُری باتوں کو جلا کر راکھ کر دے گی اور دوسری طرف لوگ اُس سے نور حاصل کریں گے۔

غرض فاران سے دس ہزار قدوسیوں سمیت ایک الٰہی جلوہ کے ظہور کا وعدہ تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پورا ہوا۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ دس ہزار قدوسی بھی تھے اور پھر موسیٰؑ کے بعد شریعت لانے کا دعویٰ بھی آپ کے سوا اور کسی نبی نے نہیں کیا۔" (تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۳۶ تا ۳۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یاد رکھنا چاہیئے کہ ایمان بغیر اعمال کے ایسا ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے۔ جو درخت لگایا جاتا ہے اگر مالک اُس کی آبپاشی کی طرف توجہ نہ کرے تو ایک دن خشک ہو جائیگا۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے۔" (البلاغ المبین)

ہماری اہم ذمہ داری اور اس کی ادائیگی کا طریق

(محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس انصار اللہ ضلع خیرپور کا دوسرا سالانہ اجتماع یکم و ۲ر جون ۱۹۶۳ء کو گوٹھ غلام محمد کے مقام پر منعقد ہوا تھا۔ مکرم قریشی عبدالرحمن صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ کی درخواست پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اس اجتماع کے نام جو بصیرت افروز پیغام ارسال فرمایا اس کا مکمل متن افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٭ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

برادران کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مجالسِ انصار اللہ ضلع خیرپور اپنا دوسرا سالانہ اجتماع یکم و دو جون ۱۹۶۳ء کو گوٹھ غلام محمد کے مقام پر منعقد کر رہی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو گوناگوں برکات کا حامل بنائے اور یہ جماعت کی ترقی کا موجب ہو۔

اس اجتماع کے موقع پر مکرم قریشی عبدالرحمن صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ انصار اللہ کے نام ایک پیغام بھجواؤں۔ چنانچہ ان کی خواہش کے احترام میں چند سطور درج ذیل ہیں۔ اس موقعہ پر میں اپنے انصار بھائیوں سے یہ بھی عرض کروں گا کہ کسی نصیحت کو محض سُن لینے سے ہی کام نہیں بنتا بلکہ اصل چیز عمل ہے۔ لہٰذا اس طرف خاص توجہ دی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا ما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون ۝ یعنی جنّ و انس کی آفرینش کا مقصد وحدہٗ لاشریک کی پرستش ہے۔ خدا تعالیٰ ہر قسم کی طاقت کا مالک ہے، وہ قادرِ مطلق ہے، اگر چاہتا تو ہر انسان کے اندر ایسا مادہ رکھ دیتا جو ہمیشہ انسان کو اسی کی یاد میں محو کئے رکھتا جیسا کہ اُس نے فرشتوں کے ساتھ کیا۔ مگر اس نے انسان کے ساتھ ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے انسان کے اندر مختلف قسم کی طاقتیں پیدا کر کے اسے اختیار دیدیا کہ خواہ

وہ بُرائی کی طرف چلا جائے اور خواہ وہ اپنی اصلاح کر کے نیکی کا راستہ اختیار کرے۔ گویا وہ انسان کو دونوں قسم کی قوتیں عطا کر کے پھر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہے جو مقصدِ حیات کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے، وہ صرف اصول مقرر کر کے اور ہمارے لئے راہِ ہدایت متعین کر کے خاموش نہیں ہو رہا بلکہ اُس نے انبیاء کی رسالت سے ہر زمانہ میں اصولِ ہدایت کی تجدید کا بندوبست کر دیا ہے۔ نبی یا مصلح دنیا میں آکر لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلاتا ہے۔ چنانچہ اسکی آواز پر صرف وہی روحیں لبیک کہتی ہیں جو مادۂ بد کو مغلوب کر کے مادۂ خیر کے تابع ہو جاتی ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا اپنی گمراہی اور ضلالت کی انتہا تک پہنچ چکی ہے اُس ارحم الراحمین خدا نے ہم پر اپنا فضل فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور ہم کو اس خدائی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہو گئی اور وہ ہے اس خدائی آواز کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا کر بنی نوع انسان کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانے کی ذمہ داری۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ہم ہر حال میں دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا عزم کر لیں۔ مال و دولت کی محبت، اولاد سے پیار، دنیا کی بے جا آرام طلبی، جھگڑے اور فساد اس راہ میں حائل ہوں گے اور چاہیں گے کہ ہمیں اس راہ سے ہٹا دیں مگر آپ ان چیزوں کو ہرگز خاطر میں نہ لائیں اور اپنے اُس عہد کو پورا کریں جو بیعت کے وقت آپ نے کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"دیکھو! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں۔ صحابہؓ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے اُن کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امران کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔ میرا مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اُس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ مال چونکہ تجارت سے

بڑھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی طلب دین اور ترقی دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے۔ پس میں بھی خدا تعالیٰ کے ان ہی الفاظ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔"

(الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء)

ایک دوسری جگہ حضور فرماتے ہیں :-

"میں پھر کہتا ہوں کہ سست نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ حصول دنیا سے منع نہیں کرتا بلکہ حسنۃ الدنیا کی دعا تعلیم فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہے۔ بلکہ اس نے صاف فرمایا ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اسلئے مومن کو چاہیئے کہ وہ جدوجہد سے کام کرے لیکن جس قدر مرتبہ مجھ سے ممکن ہے یہی کہونگا کہ دنیا کو مقصود بالذات نہ بنالو، دین کو مقصود بالذات ٹھہراؤ اور دنیا اس کے لئے بطور خادم اور مرکب کے ہو۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین +

دستخط (مرزا ناصر احمد)
صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔

ربوہ ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء

بابرکت علم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک ہے۔ کبھی عمل تک نوبت نہ پہنچے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

آؤ یہ تیرہ جہاں واقفِ تنویر کریں

(مکرم عبد المنان صاحب ناہید)

ہمنوا جس کی ہو تقدیر وہ تدبیر کریں
آؤ یہ تیرہ جہاں واقفِ تنویر کریں

زینتِ طاق ہے قرآن کئی صدیوں سے
اسکو احساس کے قرطاس پہ تحریر کریں

یا یہی ارض و سما کرلیں شناسائے جنوں
یا کوئی ارض و سما اور ہی تعمیر کریں

پھر چمک اٹھے کسی طور سے انساں کا ضمیر
آؤ پھر فطرتِ انسان کی توقیر کریں

آگیا آج جو آزادیٔ افکار کا دور
کیوں نہ ہم اپنے غمِ عشق کی تشہیر کریں

سینکڑوں سال سے دیکھا ہے مسلمانوں نے جو خواب
آؤ اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کریں

ہر طرف مہدیٔ معہود کا لے جائیں پیام
اس کی تبلیغ کو ناہید ہمہ گیر کریں

خدمتِ دین اور اُس کے ذرائع

(مکرم مولوی عبد القادر صاحب مربی سلسلہ عالیہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کی پیدائش کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ مَا خلقت الجنّ والانس اِلّا لیعبدون کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں یعنی میری صفات اپنے اندر پیدا کریں۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی اس مقصد کے حصول میں مخلوقِ خدا کا معاون ومدد ہوگا وہ خادمِ دین کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے بڑے خدامِ دین انبیاء ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُس زمانہ میں مبعوث فرماتا ہے جبکہ دنیا اپنے خالق و مالک سے مُنہ موڑ لیتی ہے اور بجائے خالق پرستی کے مخلوق پرستی شروع کر دیتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ زمانہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں اس میں انسان پرستی اپنے کمال عروج پر پہنچ چکی ہے یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ کا ایک پیارا بندہ تھا آج کروڑ دل انسان خدا کا بیٹا کہکر پکارتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جس انسان کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا اس کے سپرد سب سے بڑا کام یہ قرار دیا کہ وہ انسان پرستی کے عقیدہ کو پاش پاش کر کے خدا پرستی کو دنیا میں رواج دے۔ میری مراد اس ہادی و رہنما سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ نے اپنے نفحاتِ روحانیہ اور انفاسِ قدسیہ سے اس کام کو بطریق احسن سرانجام دیا اور اپنے بعد اس کام کو جاری رکھنے کے لئے خدامِ دین کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جس کے رگ و ریشہ میں توحید پرستی سے محبت اور مخلوق پرستی سے نفرت سرایت کر چکی تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں کوئی انسان خادمِ دین کہلا سکتا ہے۔ سو جہاں تک میں نے غور کیا ہے وہ ذرائع ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو اختیار کرلیں تو ہم خدامِ دین میں شامل ہو سکتے ہیں اور وہ ہیں اصلاحِ نفس اور دعوۃ الی الحق۔ اور ان دونوں ذرائع کو اس ایک آیت میں جمع کیا گیا ہے کہ :-

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝

اس آیت میں سب سے بہتر مبلغ یا داعی الی الحق اس کو قرار دیا گیا ہے کہ جو خود بھی اچھے اعمال بجالائے

اور اس امر کا اعلان بھی کرے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ ظاہر ہے ایسے انسان کا وعظ جو نتیجہ پیدا کر سکتا ہے وہ یقیناً اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ لوگ اُس کی بات کو توجہ سے سُنیں گے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر کوئی ایسا انسان وعظ کرے جس کے اپنے اعمال گندے ہوں تو اُس کا وعظ ہرگز وہ نتیجہ پیدا نہیں کرے گا جو ایک نیک اور متقی انسان کا وعظ نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ یعنی اے مومنو! تم دوسروں کو اُس امر کی نصیحت کرتے ہی کیوں ہو جس پر تم خود عمل پیرا نہیں۔ یاد رکھو کہ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ تمہارا دوسروں کو اُس بات کی نصیحت کرنا جس پر تم خود عمل پیرا نہیں سخت ناراض کرنے والا ہے۔

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا تعلیم سُن کر کوئی مسلمان اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ جب مبلغ کے لئے اعمالِ صالحہ بجالانا شرط ہے تو میرے اعمال تو اچھے ہی نہیں اسلئے مجھے تبلیغ کا فریضہ ادا نہیں کرنا چاہیئے۔ ایسے انسان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آلِ عمران ع ۱۲)

کہ اے مسلمانو! تمہیں لوگوں کے فائدہ کی غرض سے پیدا کیا گیا ہے تمہارا فرض ہے کہ تم لوگوں کو نیکی اختیار کرنے کی تحریک کرو اور بدی میں ملوث ہونے سے روکو"

اِس آیت شریفہ سے پتہ چلتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو بجالانا ہر مسلمان کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے لہذا ہر مسلمان کو اپنے اندر یہ قابلیت پیدا کرنی چاہیئے کہ وہ شریعت کے احکام اور اُن کی حکمتوں سے واقف ہو بلکہ اُسے دین میں ایسی بصیرت پیدا کرنی چاہیئے کہ اس کے ایمان میں عُسر و یُسر اور بیماری یا قوت کسی حالت میں بھی تزلزل پیدا نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ کرامؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

قُلْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔

یعنی اے رسول! آپ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ جس دین کی طرف مَیں تمہیں بلاتا ہوں اس پر مَیں خود بھی اور میرے ساتھی بھی بصیرت سے قائم ہیں"

پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے عقائد اور اعمال سے پوری طرح واقف ہو اور ایمان کی ایک ایسی مضبوط چٹان پر اُس کا قدم جم جائے جس پر سے کوئی اُسے متزلزل نہ کر سکے۔

ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران ع۱۱)

یعنی اے مسلمانو! تمہارے اندر ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی کا منہ دیکھنے والی قوم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں اُن میں سے ہر فرد دین کا علم رکھنے والا ہو وہاں اُس میں ایک مخصوص جماعت اعلیٰ درجہ کے علماء کی بھی ہونی چاہیئے جو اپنی زندگیاں محض دین کے لئے وقف کئے ہوئے ہوں، مسائل دینیہ کا استنباط کریں تا قوم علمی ترقی حاصل کرے اور اگر اُنہیں اپنا وطن چھوڑ کر دُور دراز علاقوں میں اشاعتِ دین کا فریضہ ادا کرنے کے لئے جانا پڑے تو وہ ہر وقت تیار رہیں۔ پس ترقی حاصل کرنے والی قوم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس کے اندر علماء کی ایک ایسی جماعت موجود ہو جو دین کی اشاعت کی تڑپ رکھتی ہو اور دینی امور میں جماعت کی رہنمائی کی قابلیت اس کے اندر موجود ہو۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ترقی کرنے والی قوم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا ہر فرد دینی علوم سے بقدرِ ضرورت واقف ہو وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ غلبۂ اسلام کے لئے وہ تیاری بھی برابر جاری رکھے۔ چنانچہ فرمایا وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ یعنی ہر شخص کو اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ کل کو اگر جہاد کا اعلان ہو جائے اور اس کے لئے امام مالی یا جانی قربانیوں کا مطالبہ کرے تو وہ اپنے اندر کیسی تیاری پاتا ہے۔ پس اگر قوم کے سارے افراد اس طریق پر اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہیں تو قوم انشاء اللہ بہت جلد بحیثیت مجموعی ترقی کر جائے گی۔

ہماری جماعت کے اکابرین اور علماء کو چاہیئے کہ وہ قوم کے اندر یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ اگر وہ خدمتِ دین کے ذریعہ فضلِ الٰہی کو جذب کرنے کی تڑپ اپنے اندر رکھتی ہے تو اُسے پُورے جوش اور ولولہ کے ساتھ اس مقدس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے تا جب امام آواز دے تو کسی شخص کو اس وجہ سے پیچھے نہ ہٹنا پڑے کہ وہ اس کے لئے تیار نہیں۔

یاد رہے کہ ساری خیر و برکت اور قومی ترقی دعوت و ارشاد کے جہاد سے وابستہ ہے اور یہ جہاد ہی خدا کے فضل کو جذب کرنے کا ذریعہ ہے۔ ورنہ جہاد بالسیف تو ایک عارضی حیثیت رکھتا ہے اور وہ اضطراری حالت میں اختیار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن دعوۃ الی اللہ کا جہاد ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت

چونکہ ہماری جماعت کے قیام کا مقصد اور اس کا مطمح نظر اسلام کو دنیا میں غالب کرنا ہے اور یہ غلبہ بجز فضلِ الٰہی کے ناممکن ہے۔ کیونکہ ہمارے ظاہری ذرائع محدود ہیں اس لئے اِس جہاد میں کامیابی کے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق دعاؤں میں لگ جائے۔ یاد رکھئے کہ ہمارے پیارے خدا کے ہاں وہ عمل ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا جس کے ساتھ دعا شامل نہ ہو۔ وہ خود فرماتا ہے:۔

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

یعنی اے رسول! اُن کو کہہ دو کہ اگر تم دعاؤں کے ذریعہ سے اپنے رب کے فضلوں کو جذب کرنے کی کوشش نہ کرو تو اُسے تمہاری کیا پرواہ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک نظام کو چاہتا ہے اور وہ نظام خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کو میسّر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فضل جذب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اِس نظام کی قدر کریں اور اپنے پیارے امام کی ہر تحریک پر دل وجان سے لبّیک کہیں تا اُس کی ساری سکیمیں پورے طور پر کامیاب ہوں۔ یاد رکھئے کہ یہی ایک کامیابی کا ذریعہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

الامام جُنَّةٌ يُقاتل مِن ورائه

پس جب تک ہماری جماعت نظامِ خلافت کی قدر کرتی رہے گی اُس کا قدم ہر آن ترقی کی طرف اُٹھتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر خدانخواستہ اُس نے اِس امر میں بے اعتنائی سے کام لیا تو پھر اُسے اپنے مستقبل کے متعلق خود سوچ لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے خلافت کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھے اور اُس کی برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت عطا کرتا رہے۔ آمین

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا یہ فرمانا کہ

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو

ہمارے لئے ایک نہایت ہی بیش قیمت نصیحت ہے۔ اِس نصیحت میں جماعت کی ترقی کا راز بیان کر دیا گیا ہے۔ یعنی ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم دنیا و آخرت میں سربلند اور کامیاب ہونا چاہتے ہو تو خدمتِ دین میں پورے جوش اور ولولہ کے ساتھ لگ جاؤ۔ اگر تم دین کی خدمت کرو گے تو خدا ہر قسم کے فضل تم پر نازل کرے گا۔ خدمتِ دین کے مقابلہ میں دنیا کے حصول کی کوشش خدا کے فضل

کا موجب نہیں ہو سکتی۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی کوشش کرے۔
اس سے اگلے مصرعہ یعنی :۔

"اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو"

میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ دین کی خدمت بے لوث اور اغراضِ نفسانیہ سے پاک ہو کر کرنی چاہیئے یعنی ہر خادمِ دین کو اس طرح مستغنی اور بے نیاز ہو کر دین کی خدمت کرنی چاہیئے کہ اُس کے دل میں کسی قسم کے معاوضے کا خیال تک پیدا نہ ہو۔ اگر ہم بے غرضانہ خدمت کریں گے تو یہی خدمت خدا کے افضال کی جاذب ہو گی۔ انعام کی خواہش رکھ کر خدمتِ دین بھی ایک ادنیٰ مقام ہے۔ کامل مومن اِن باتوں سے بالا ہو کر دین کی خدمت کرتے ہیں۔ گویا دین کی خدمت اُن کی ایسی غذا بن جاتی ہے جس کے بغیر اُن کا زندہ رہنا محال ہوتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ خیرِ اُمت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو ہر رنگ میں فائدہ پہنچائے۔ پس جہاں تبلیغ اور تربیت خدمتِ دین ہے وہاں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی اور مشکلات میں اُن کی مدد کرنا بھی خیرِ اُمت کے فرائض میں داخل ہے اور خدا کی ہر ہدایت پر عمل کرنا دینداری ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمیں بتاتا ہے کہ آپؐ مخلوقِ الٰہی کی خدمت میں کس طرح ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ غرباء کی دیکھ بھال کرنے، بھوکوں کو کھانا کھلانے اور مختلف قسم کے بوجھوں کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے میں آپؐ نے دنیا میں عدیم المثال نمونے پیش کئے ہیں۔ آپؐ نے الخلق عیال اللہ کہہ کر خدمتِ خلق کو اِس قدر ضروری قرار دیا ہے کہ گویا جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت نہیں کرتا وہ آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتا۔ اور جو ہمہ تن خدمتِ مخلوق میں مصروف رہتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کے مقرب ترین بندوں میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام انسان خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو وہ بعض لوگوں سے کہے گا کہ اے میرے بندو! میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑے پہنائے، میں بیمار ہوا تو تم نے میری تیمارداری کی اس لئے جاؤ اور میری جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ بندے کہیں گے توبہ توبہ! بھلا ہماری کیا طاقت تھی کہ ہم تجھے کھانا کھلاتے یا پانی پلاتے یا کپڑے پہناتے یا بیماری پر تیری عیادت کرتے۔ تُو تو اِن باتوں سے پاک ہے۔ وہ فرمائے گا یہ درست ہے۔ لیکن جب میرا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ تمہارے

پاس آیا اور وہ بھوکا تھا تو تم نے اُسے کھانا کھلایا تو گویا مجھے ہی کھانا کھلایا۔ اور اسی طرح جب میرا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ تمہارے پاس آیا اور وہ پیاسا تھا اور تم نے اُسے پانی پلایا تو گویا تم نے مجھے ہی پانی پلایا۔ اِسی طرح جب تم نے ایک ننگے کو کپڑا پہنایا یا ایک بیمار کی تیمارداری کی تو تم نے ایک بندے کو کپڑا نہیں پہنایا یا ایک بندے کی تیمارداری نہیں کی بلکہ درحقیقت تم نے مجھے کپڑا پہنایا اور میری تیمارداری کی اِس لئے جاؤ اور میری جنّت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ :۔

"قرآن شریف کے بڑے دو ہی حکم ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعتِ باری عزّ اسمہٗ دوسرے ہمدردی اپنے بھائیوں اور بنی نوع کی"

(روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۵۵)

پھر فرماتے ہیں :۔

"بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کرنے میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک ایک دشمن کے لئے بھی دعا نہ کی جائے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا"

(الحکم جلد ۶ صفحہ ۲۹)

پس ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ جہاں دوسرے احکامِ الٰہی کو بجا لائے وہاں اُس کی مخلوق کی خدمت کو بھی ہمیشہ ایک مقدس فرض سمجھے کہ یہ بھی خدمتِ دین ہے۔

ہم جو انصار اللہ کہلاتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے اُن مخلص حواریوں کی طرح جنہوں نے حضرت مسیح کی اِس آواز پر کہ "مَنْ انصاری الی اللّٰہ"، "نحن انصار اللّٰہ" کہہ کر اپنے اخلاص اور فدائیت کا ثبوت دیا تھا ہم بھی نہ صرف ویسا بلکہ اُن سے بڑھ کر فدائیت کا ثبوت پیش کریں۔ کیونکہ ہم مسیحِ ناصری کی قوم نہیں بلکہ مسیحِ محمدی کی قوم ہیں۔ اور جس طرح مثیلِ موسےٰ کا مقام موسیٰؑ سے بڑا تھا اُسی طرح مثیلِ عیسیٰ کا مرتبہ عیسیٰؑ سے بڑھ کر ہے۔ اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچانیں۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ جانفشانی اور قربانی کی جو مثالیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اصحاب نے پیش کی ہیں وہ واقعی قابلِ صد ستائش ہیں مگر ہمیں صرف اُن کو ہی پیش کر کے فخر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خود بھی اُن کے نمونہ پر چل کر دنیا کو بتانا چاہیئے کہ ہم ناخلف نہیں خلف ہیں۔ ہم صرف اپنے بزرگوں کے کارناموں کو ہی پیش کرنا نہیں جانتے بلکہ خود بھی کچھ کر کے دکھانا جانتے ہیں۔

مضمون لمبا ہوتا جاتا ہے اس لئے میں آپ کی خدمت میں "اصحاب احمدؑ" کی قربانیوں کے نمونے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ ہمارے بزرگوں نے کیسے کیسے شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور ہمارے لئے وہ کیسی عمدہ مثالیں پیش کر گئے ہیں۔ صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی زندگی کے آخری دور میں سے گذر رہے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ کس وقت ہم اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو جائیں اس لئے ہمیں اس زندگی کے ایک ایک لمحہ کو قیمتی سمجھنا چاہیئے اور اپنی اولادوں کے لئے پورے جوش اور ولولہ سے خدمتِ دین کے فریضہ کو ادا کر کے ایک بہترین اور مکمل نمونہ پیش کرنا چاہیئے تا ہماری آنے والی نسلوں کو ہمارے وجودوں پر صحیح معنوں میں فخر ہو اور انہیں ہماری کسی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے دنیا کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ نئی نسلوں کی صحیح تربیت کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں اور واجعلنا للمتقین اماماً کی دعا کثرت کے ساتھ مانگتے رہیں تا جہاں ہم خدمتِ دین کا مقدس فریضہ ادا کر کے اپنے پیارے اللہ کے حضور سرخرو ہو کر حاضر ہوں وہاں ہماری اولادوں میں بھی خدمتِ دین کا ایسا بے پناہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ دنیا انہیں صحیح معنوں میں ہمارا جانشین تصوّر کرے۔

ہمارے زمانہ میں ایک روحانی جنگ شروع ہے جس میں خدا کے بندوں اور شیطان کا آخری مقابلہ ہے۔ پس اس آخری جہاد میں ہمیں اس طرح سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے کہ شیطان نہ صرف ہم سے مایوس ہو جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے اس پر موت وارد ہو جائے۔ دیکھئے آدم اوّل کو پھسلا کر جو شیطان نے ایک عارضی فخر حاصل کیا تھا۔ ہمیں اس کا بدلہ لینا ہے اس لئے ہمیں اس تندہی، سرگرمی اور جوش اور ولولے کے ساتھ شیطان کے لشکروں پر حملہ کرنا چاہیئے اور اسے ایسی شکستِ فاش دینی چاہیئے کہ وہ پھر ہمیشہ کے لئے آدم کی اولاد کو ورغلانے سے مایوس ہو جائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین *

درازیٔ عمر کا راز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ اُس شخص کی عمر کو بڑھا دیتا ہے جو سچ مچ اپنی زندگی کا طریق بدل کر خدا تعالیٰ ہی کا ہو جاتا ہے۔" (اعجاز احمدی)

انصار اللہ کا عہد

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۵۶ء کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا۔ سب مجالس اپنے اجتماعات میں اسے بالالتزام دہرایا کریں۔ (قائد عمومی)

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

فتنہ و فساد کی جڑ

تکبر اور اس کی ہلاکت آفرینی

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ یعنی فتنہ و فساد برپا کرنا قتل و غارت سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ کیونکہ فتنہ و فساد امن و سکون کی فضا کو ختم کرکے بے چینی اور انتشار پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے جس سے انفرادی ہی نہیں بلکہ قومی ترقی بھی رُک جاتی ہے اور انسانی قوتیں تعمیری کاموں کی بجائے تخریبی حربے استعمال کرنے میں صرف ہونے لگتی ہیں۔ قتل وغیرہ سے یہی ہوتا ہے کہ چند افراد ہلاک ہوجاتے ہیں برخلاف اس کے فتنہ و فساد کی آگ قوم کی قوم کو بھسم کرکے رکھ دیتی ہے۔ اسی لئے اللہ جلشانہٗ نے فتنہ و فساد کو قتل و غارت سے زیادہ مہلک جرم قرار دیا ہے۔

فتنہ و فساد اور باہمی جھگڑوں کا اصل باعث تکبر ہے۔ ایک انسان یا ایک گروہ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کو بدرجہ اولیٰ ضروری خیال کرتا ہے محض سمجھنے اور خیال کرنے میں تو چنداں قباحت نظر نہیں آتی لیکن جب وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ فلاں شخص یا فلاں گروہ اس کی راہ میں حائل ہے تو اس کے نفس کا تکبر آڑے آکر اُسے اِس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اسے اپنی راہ سے دُور کردے خواہ ایسا کرنے میں اسے ظلم اور زیادتی کی راہ اختیار کرنی پڑے۔ اس خیال کے آتے ہی فتنہ و فساد کی بنیاد پڑجاتی ہے اور امن کو شدید خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ اگر انسان میں تکبر نام کو نہ ہو اور بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے اور سراسر عاجزی اور فروتنی کی راہ اختیار کرکے امن اور سکون کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کرے تو پھر اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں رہتا کہ وہ ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد کے قریب بھی پھٹک سکے۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تکبر کی بہت مذمت کی ہے اور خاص طور پر اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ تکبر کے نتیجہ میں فتنہ و فساد اور جھگڑے کی بنیاد پڑتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل آیت ۴)

اُس نے انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر وہ اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھنے لگتا ہے کہ وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تکبّر کی مضرّت کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ جب انسان ناروا ظلم و زیادتی کی راہ اختیار کرتا ہے اور جھگڑا پیدا کر کے فتنہ و فساد کی بنیاد ڈالتا ہے تو اُس کے ذہن میں یہ مستحضر نہیں رہتا کہ اُس کی اپنی ابتداء کتنی حقیر اور ذلیل ہے۔ حالانکہ اُسے سوچنا چاہیئے کہ اُس کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جب وہ ایک حقیر نطفہ سے ہی پیدا ہوا ہے تو پھر اتنی خود سری اور تکبّر کیوں کرتا ہے کہ دوسروں کو امن اور چین سے نہیں رہنے دیتا اور بات بات پر جھگڑا اور فساد کرنے پر تُل جاتا ہے۔

اس ایک آیت پر ہی کیا حصر ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بار بار تکبّر کی مذمّت کر کے اسے بہت بڑا جُرم قرار دیا ہے اور لوگوں کو تکبّر کی وجہ سے اِس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ متکبّر لوگوں کو مجرم قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:-

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۔ (الاعراف آیت ۱۳۴)

انہوں نے تکبّر کیا اس لئے وہ ہماری نگاہ میں مجرم لوگ تھے۔

اسی طرح اِس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ متکبّر قومیں جو دنیا میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا موجب بنتی ہیں اسی دُنیا میں مبتلائے عذاب ہو کر کیفرِ کردار کو پہنچ جاتی ہیں، قوم عاد کے متعلق فرماتا ہے:-

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ (حٰم السجدہ آیات)

اور عاد کی قوم نے زمین میں بغیر کسی حق کے تکبّر سے کام لیا اور کہا ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس خدا نے انکو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے اور وہ ہماری آیتوں کا بعمد انکار کرتے تھے پس ہم نے ان پر ایک ایسی ہوا بھیجی جو بڑی تیز تھی اور نحوس دنوں میں آئی تھی۔ تاکہ ہم انہیں اس دنیا میں رسوائی کا عذاب چکھائیں۔

پھر یہ بتانے کے لئے کہ تکبّر کرنے والوں کو اِس جہان میں ہی رسوائی کا عذاب نہیں ملے گا بلکہ آخرت میں بھی وہ جنّت میں ہرگز ہرگز داخل نہ ہو سکیں گے۔ فرمایا :-

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

(الاعراف آیات ۴۱، ۴۲)

وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور تکبّر کر کے اُن سے اعراض کیا ہے یقیناً اُن کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنّت میں داخل نہیں ہوں گے تاوقتیکہ اونٹ سُوئی کے ناکہ میں داخل ہو۔ اور ہم مجرموں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ ان کے لئے بچھونا بھی جہنّم ہی سے ہوگا اور اُن کا اوڑھنا بھی اس جہنّم ہی سے ہوگا۔ اور اسی طرح ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔

یہ اور ان جیسی دوسری بے شمار آیات سے واضح ہوجاتا ہے کہ تکبّر خداوند تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ جو لوگ تکبّر کی راہ اختیار کر کے خدا تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور فتنہ وفساد برپا کرنے میں کسر نہیں اُٹھا رکھتے انہیں نہ وہ اِس دنیا میں بخشتا ہے اور نہ اگلے جہان میں اُنہیں بخشے گا۔ ان کیلئے دونوں جہانوں میں عذاب ہی عذاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائی جماعتوں کا اوڑھنا اور بچھونا انکسار ہی ہوتا ہے وہ تکبّر کے قریب بھی نہیں پھٹکتیں۔ وہ ظلم سہہ لیتی ہیں لیکن کبھی ظلم کی راہ اختیار نہیں کرتیں۔ تکبّر روحانیت کو خاک میں ملا کر رکھ دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں حقیقی ترقی کے راستے بند ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

تکبّر کی اِس ہلاکت آفرینی کے پیشِ نظر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو اِس سے بچنے کی پُرزور تلقین فرمائی ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق تکبّر کی مضرت کو کھول کھول کر بیان فرمایا اور پھر اس سے بہرطور بچنے کی نہایت پُرزور تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپ نے تکبّر کی مضرت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا :-

”مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبّر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہانوں میں انسان کو رُسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبّر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبّر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اُس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اسلئے وہ مارا گیا اور طوقِ لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس

سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبّر ہی تھا۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۸)

نیز فرمایا :۔

" انبیاء علیہم السلام کبھی کسی قوّت اور طاقت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے۔ وہ خدا تعالیٰ ہی سے پاتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں بلکہ وہ کروڑوں درجے نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں۔ وہ دو دن نمازیں پڑھ کر تکبّر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں تکبّر کی کوئی رگ رہ جاتی ہے۔ ایسا ہی روزہ اور حج سے بھی بجائے تزکیۂ نفس اور تقویٰ حاصل کرنے کے اُن میں تکبّر اور نمود پیدا ہو جاتا ہے۔ تکبّر ایسی بلا ہے جو انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یاد رکھو کہ تکبّر شیطان سے آتا ہے اور تکبّر کرنے والے کو شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس راہ سے قطعاً دُور نہ ہو قبولِ حق و فیضانِ الوہیت ہرگز پا نہیں سکتا کیونکہ یہ تکبّر اس کی راہ میں روک ہو جاتا ہے۔ پس کسی طرح سے بھی تکبّر نہ کرنا چاہیئے۔ نہ علم کے لحاظ سے، نہ دولت کے لحاظ سے، نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے کیونکہ زیادہ تر تکبّر انہی باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک انسان اپنے آپ کو ان گھمنڈوں سے پاک وصاف نہ کرے گا اُس وقت تک وہ اللہ جلّشانہ کے نزدیک پسندیدہ و برگزیدہ نہیں ہو سکتا اور وہ معرفتِ الٰہی جو جذباتِ نفسانی کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اُس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ گھمنڈ شیطان کا حصّہ ہے اِس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔" (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء)

اسی طرح آپ نے مزید فرمایا :۔

"میرے نزدیک متکبّر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبّر خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳)

پھر تکبّر کی مضرت اور ہلاکت آفرینی اور اس کے انجام سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا :۔

" اللہ جلّشانہٗ متکبّر کا سب سے پہلے سر توڑتا ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۹)

تکبّر کو چونکہ خدا نے سرچشمۂ فساد قرار دیا اور اسے سب بُرائیوں کی جڑ ٹھہرایا ہے اور اس کا انجام دونوں جہانوں میں عذاب بیان کیا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکبّر کی تشریح فرماتے ہوئے اپنی جماعت کو تکبّر سے بچنے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ چنانچہ فرمایا :۔

"مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اُس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصوّر کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اِس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحتِ بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اُس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اُس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اُس بھائی کو اُس سے بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مُدّتِ دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سُست ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمے کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے۔ سو تم اے عزیزو! اِن تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت

کرنا نہیں چاہتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔

سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جُھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبّت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔" (نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اِس بات کی بے حد فکر رہتی تھی کہ کہیں آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص تکبّر کی مرض میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال حبط نہ کرا بیٹھے۔ اِسی لئے آپ بار بار تکبّر سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ بالآخر آپ نے اعلان فرما دیا کہ وہ لوگ جو اِس جماعت میں داخل ہو کر بھی تکبّر کا طریق نہیں چھوڑیں گے انہیں جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"مَیں ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبّت اور اخوّت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۹)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضور علیہ السلام کی اِن نصائح پر کما حقّہٗ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم تکبّر اور اس کی ہلاکت آفرینیوں سے ہمیشہ بچے رہیں۔ دنیا سے ہمارے ذریعہ فتنہ و فساد مٹے اور امن و امان اور صلح و آشتی کا دَور دَورہ ہو۔ آمین ؂

باہم عزّت سے پیش آؤ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اُٹھا دو..... آپس میں ایکدوسرے کیساتھ عزّت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۶)

دُنیائے عیسائیت میں ایک اَور زلزلہ

مروّجہ عیسائی عقائد پر ڈاکٹر جان رابنسن کا بھرپور حملہ!

آجکل دنیائے عیسائیت میں ایک اور شدید زلزلہ آیا ہوا ہے جس نے اسے جڑوں سے ہلا کر رکھ دیا ہے اِس زلزلہ کا مرکز خود عیسائیت کا گڑھ یعنی برطانیہ کا دارالحکومت لندن ہے اور اس کا باعث خود مروجہ عیسائی عقائد ہیں۔

اِس زلزلہ کی نوعیت یہ ہے کہ وہاں کے کسی آزاد خیال محقق یا بے دین فلسفی اور سائنسدان نے نہیں بلکہ خود کلیسیائے انگلستان کے نامی گرامی پادری ڈاکٹر جان رابنسن (Dr. John Robinson) نے جو وُول وچ کے بشپ (The Bishop of Woolwich) ہیں حال ہی میں "Honest to God" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں انہوں نے بشپ کے نہایت ممتاز مذہبی عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود الوہیتِ مسیح، صلیبی موت اور کفارہ وغیرہ کے مروّجہ عیسائی عقائد پر بھرپور وار کیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ یہ عقائد آجکل کے سائنسی دَور میں ہرگز قابلِ قبول نہیں ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مروجہ عیسائیت کی بنیاد بعض مخصوص مذہبی اصطلاحات پر ہے جو خدا تعالیٰ سے متعلق جسمانی وجود کے ایک طفلانہ اور ناقابلِ فہم تصوّر سے عبادت ہیں۔ یہ اصطلاحات آج سے دو ہزار سال قبل ایک سراسر غیر سائنسی دَور میں اس وقت وضع کی گئی تھیں جب انسان دَورِ طفولیت میں سے گزر رہا تھا۔ بعد ازاں اِن اصطلاحات کو عجیب و غریب معانی و مفہوم کا حامل قرار دیکر مسیح کو خدا قرار دیدیا گیا اور اُسے جسمِ انسانی کے ساتھ آسمان پر پہنچا کر خدا کے داہنے ہاتھ تخت پر بٹھا دیا گیا۔ خدا کی ذات کے متعلق یہ سارا تصوّر اس قدر بعید از قیاس، انوکھا اور مضحکہ خیز ہے کہ خلائی پرواز کے موجودہ دَور میں جبکہ عقلِ انسانی دَورِ طفولیت سے نکل کر سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے کوئی بھی معقول شخص اسے قبول نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت اِس زمانہ میں یکسر بے اثر ہو کر تسخیرِ قلوب کی اہلیت کھو چکی ہے۔ لوگوں کا اِس پر سے اعتقاد اُٹھتا جا رہا ہے اور وہ دن بدن اس سے بیزار ہو کر دوسرے مذاہب اور معتقدات کی طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں۔ جب تک ہم پوری دیانتداری سے کام لیکر خدا کے متعلق ایسے مضحکہ خیز تصوّر کو خیر باد نہیں کہیں گے اُس وقت تک عیسائیت کے یکسر معدوم ہونے

کا خطرہ دُور نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر رابنسن کی یہ کتاب ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء کو شائع ہوئی۔ انہوں نے غضب یہ کیا کہ ساتھ ہی اس کتاب کا خلاصہ ایک مضمون کی شکل میں جس کا عنوان تھا "ہمیں خدا کے متعلق موجودہ تصوّر کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے" (Our image of God must go) انگلستان کے مشہور اخبار "آبزرور" میں شائع کرا دیا۔ اس مضمون کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں تہلکہ مچ گیا اور دو دن کے اندر اندر ساری کتاب فروخت ہو گئی۔ اس کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے پبلشرز کو ایک ماہ کے اندر اندر اس کے چار ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ اس کے باوجود یہ کتاب نایاب ہو چکی ہے اور ڈھونڈے سے بھی اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔ اُدھر اخبارات میں اس کتاب کے حق میں اور اس کے خلاف مضامین اور خطوط کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا جس میں بڑے بڑے لاٹ پادری اور بشپ، یونیورسٹی پروفیسرز اور دیگر محققین سب نے ہی حصّہ لیا اور ایک ایسی ہلچل مچی جو ذہنی و فکری اور اعتقادی و عملی لحاظ سے ایک زلزلۂ عظیمہ سے کسی طرح کم نہ تھی۔

ڈاکٹر رابنسن کی کتاب ابھی ہماری نظر سے نہیں گذری ہے تاہم اس کے حق میں اور اس کے خلاف "آبزرور" میں شائع ہونے والے مضامین اور خطوط کے بعض اقتباسات ضرور ہمارے مطالعہ میں آئے ہیں۔ اُن کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر رابنسن نے جو کچھ لکھا ہے وہ تنہا ایک آدمی کے ذاتی خیالات نہیں ہیں بلکہ وہ لاکھوں بے چین اور مضطرب دلوں کی آواز ہے۔ اس سے خود مغرب میں عیسائیت سے بیزاری کے بڑھتے ہوئے رجحان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ہم ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء کے "آبزرور" میں سے بعض اقتباسات کا ترجمہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ چنانچہ ویلز کے لاٹ پادری دی موسٹ ریورنڈ ڈاکٹر ایڈون مورس (The most Reverend Dr. Edwin Morris, the Archbishop of Wales) نے لکھا:-

"درحقیقت ڈاکٹر رابنسن عقائد، عبادات، اخلاق، مذہبی رسم و رواج غرض عیسائیت کے ہر شعبہ میں انقلاب انگیز اصلاح کے متمنی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اصلاح ایک خطرناک طریق کار سے عبارت ہوگی لیکن ہوگی بہت خوشکن اور حیات بخش۔"

اسی طرح ویسٹ منسٹر کے کینن مسٹر ایڈورڈ کارپینٹر (Edward Carpenter Canon of Westminister) نے لکھا:-

"میرے نزدیک کتاب میں ڈاکٹر رابنسن نے جو زبان استعمال کی ہے وہ غیر موزوں اور نامناسب ہے اور بعض مقامات پر تو اس کی وجہ سے اُلجھن سی پڑ جاتی ہے۔ تاہم انہوں نے جس صاف دلی اور

دیانتداری سے اپنے نظریہ کی وضاحت کی ہے میں اُس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر اس قسم کی دیانتداری اختیار نہ کی جائے اور شدید قسم کے سوالات سے بچنے کی خاطر پُرانے حربے اختیار کرنے سے احتراز نہ کیا جائے تو بھر عمل میں فساد واقع ہونا لازمی ہے اور عمل کے فساد سے بالآخر ایمان و اعتقاد میں خلل پڑنا ضروری ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو عقل و شعور کے سنِ بلوغ کو پہنچنے کی جرأت کرتے ہیں (اور نوعِ انسان اِس دَورِ جدید میں اِس بلوغت سے زیادہ سے زیادہ بہرہ یاب ہوتی جارہی ہے) اُن کے لئے سب سے بڑا اور سب سے اہم سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا فلاں نظریہ صداقت پر مبنی ہے؟" خطرات مول لینے کی جرأت ہی انسان کو اِس سوال کے صحیح جواب تک پہنچایا کرتی ہے۔ تاریخ ایسے معتقدات کی ناکامی سے بھری پڑی ہے جو ٹھوس علم اور گہرے تجربہ کی کسوٹی پر پورے نہیں اُتر سکے۔ مَیں سمجھتا ہوں بشپ رابنسن اُن معدودے چند اشخاص میں سے ایک ہیں جنہوں نے تاریخ کے اِس سبق کی اہمیت کو اچھی طرح بھانپ لیا ہے۔"

اسی طرح پادریوں کی مجلسِ اعلیٰ کے ایک اور رُکن کینن ٹی۔آر۔ملفورڈ (Canon T. R. Milford) نے جو "ماسٹر آف دی ٹمپل" کے عہدہ پر فائز ہیں لکھا۔

"آج سے سَو سال پہلے آکسفورڈ کے پادریوں نے جرأت کر کے معتقدات کے بند دروازے پر دستک دینے کی کوشش کی تھی۔ اب کیمبرج کے پادریوں کی باری ہے اور ڈاکٹر رابنسن انہیں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے برسرِعام وہ بات کہنے کی جرأت کی ہے جس کے متعلق سالہا سال سے بہت سے پادری اور دوسرے مذہبی لوگ آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے۔ ہمیں ان کی جرأت اور دیانت کی داد دینی چاہیئے۔"

انگلستان کے بعض نامی گرامی پادریوں کے شائع شدہ خطوط کے اقتباس درج کرنے کے بعد اب ہم ایک غیر مذہبی عیسائی فاضل کے خط کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ہماری مراد کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مسٹر سی۔ ایس۔ لوئیس (Mr. C. S. Lewis) سے ہے۔ انہوں نے لکھا:۔

"مَیں سمجھتا ہوں کہ وُولوچ کے بشپ (ڈاکٹر رابنسن) کے بے لاگ اظہارِ خیال سے ہم عیسائی عوام کو اُس سے کہیں کم پریشانی لاحق ہوئی ہے جتنی کہ وہ خود توقع رکھتے تھے۔

ہم عیسائی عوام عرصہ ہُوا ایک ایسے خدا پر اعتقاد کو خیرباد کہہ چکے ہیں جو آسمان نامی کسی مجسّم مقام میں تخت پر بیٹھا ہُوا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسا اعتقاد خدا کو انسانی جسم میں محدود کرنے کے مترادف ہے۔ اور ہمارے اپنے زمانہ سے قبل ہی اِس اعتقاد کی مذمت کی

جا چکی ہے۔ گبن کے ہاں اس کا کچھ نہ کچھ تذکرہ موجود ہے۔
مجھے تو عقل وخرد کے سنِ بلوغ کو پہنچا ہوا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس نے "خدا آسمان میں ہے" کے اعتقاد کی بجائے "خدا آسمان سے بالا ہے" کا عقیدہ بایں معنیٰ اختیار کیا ہو کہ وہ کائنات کی حدود سے باہر ہے۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ خدا زمان و مکان کی قیود سے باہر یا بالا ہے تو میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی طرح باہر یا بالا ہے جس طرح شیکسپیئر اپنے ڈرامہ موسومہ "طوفان" (Tempest) سے ماوراء ہے۔ بایں ہمہ اس ڈرامہ کے مناظر اور کرداد شیکسپیئر کی ذات کو ڈرامہ سے خارج کرنے یا کالعدم قرار دینے پر منتج نہیں ہوتے۔
ہمیشہ خدا کے متعلق ہمارا یہی تصور نہیں ہوتا کہ وہ ہم میں ہے یا ہمارے اوپر آسمان میں ہے۔ ہمارے تصور میں یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ہمارے نیچے زمین کی گہرائیوں اور خلاؤں میں بھی ہے (یعنی یہ کہ وہ ہر جگہ موجود ہے)۔"

کتنا ہمہ گیر اور کتنا عظیم الشان انقلاب ہے کہ آج خود مغرب کے عیسائی ممالک میں عیسائیت کے مشرکانہ عقائد کی نامعقولیت کا اعتراف کوئی ایرا غیرا قسم کا بے حیثیت عیسائی نہیں بلکہ خود کلیسائے انگلستان کا ایک نامی گرامی بشپ کر رہا ہے۔ اور اس کے اس برملا اعتراف پر نفرین نہیں بلکہ ہر چہار طرف سے تحسین و آفرین اور آمنا وصدقنا کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے جب دنیا بھر میں اور علی الخصوص افریقہ و ایشیا میں عیسائیت کا سیلاب اُمڈا چلا آرہا تھا کوئی ایک فرد بھی تو تصور میں یہ بات نہیں لا سکتا تھا کہ عیسائیت رُو بہ زوال ہو کر اس قدر کس مپرسی کی حالت کو پہنچ جائے گی کہ خود اس کے محافظ اور علمبردار پادری اس کی نامعقولیت پر مُہرِ تصدیق ثبت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ یہ صورتِ حال اس امر پر گواہ ہے کہ اب ایشیا اور افریقہ سے ہی عیسائیت کی صف لپیٹی نہیں جا رہی بلکہ خود مغرب کے عیسائی ملکوں میں بھی اس کا اثر تیزی سے زائل ہو رہا ہے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ خود نامی گرامی پادری جو دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے درپے تھے اب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ سائنسی عروج اور خلائی پرواز کے اس دَورِ جدید تر میں لوگوں سے ایک آدم زاد کی خدائی کسی صورت بھی منوائی نہیں جا سکتی۔ عیسائیت اگر اپنے وجود کو کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھنا چاہتی ہے تو بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے مروجہ عقائد سے یکسر لاتعلقی کا اظہار کر دے۔
پھر یہ صورتِ حال عیسائیت کی ناکامی اور اس کی پسپائی پر ہی دال نہیں ہے بلکہ حضرت بانی سلسلہ

احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو بھی دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہی ہے۔ کیونکہ آج سے ستر سال قبل ایک ایسے وقت میں کہ جب عیسائی طاقتیں اور ان کی آڑ میں عیسائیت ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھی اور عیسائی پادری مکہ اور مدینہ میں صلیب کے جھنڈے گاڑنے کے منصوبے باندھ رہے تھے اور بیانگِ دہل اعلان کر رہے تھے کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب کیا ہندو اور کیا مسلمان سب پتہ ندارد ہوں گے۔ آپ نے دنیا کو مخاطب کر کے اعلان فرمایا کہ "مجھے خدا نے کسرِ صلیب کا فریضہ انجام دینے کے لئے مبعوث کیا ہے اب آسمان پر آدم زاد کی مصنوعی خدائی کے خاتمے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میرے ساتھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں جن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے گرز ہیں جو مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے ان کو دیئے گئے ہیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں داخل ہو ہو کر انہیں اِس مشرکانہ عقیدہ سے بیزار کریں گے اور انہیں توحید کا والہ و شیدا بنائیں گے۔ کسرِ صلیب کے لئے بندوقوں اور تلواروں کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ خدا تعالیٰ کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کُند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے"۔ اِس اعلان پر زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ عیسائیت کی جڑیں کھوکھلی ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور خود مغرب کے عیسائی عوام دن بدن عیسائیت کے مشرکانہ عقائد سے بیزار ہونے لگتے ہیں اور اب ستر سال گزرنے کے بعد حالت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ عوام ہی نہیں بلکہ خود نامی گرامی پادری اور بشپ حالات سے مجبور ہو کر پکار اُٹھتے ہیں کہ اب مسیح کی الوہیت کو منوانا محال ہی نہیں ناممکن ہے۔ آج سے دو ہزار سال پہلے انسانیت کے دورِ طفولیت میں ہی ایسا ممکن ہو سکتا تھا لیکن اب جبکہ انسانیت عقل اور سائنس کے بل بوتے پر سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے ایسے دور از کار اور بعید از قیاس اور مَن گھڑت توہمات کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اِن تغیّر پذیر حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ عیسائیت کے استیصال سے متعلق حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ستر سال پُرانی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ فی الواقعہ ایشیا اور یورپ پر ملائکہ کی فوجیں نہیں اُتریں اور اُنہوں نے گرز چلا چلا کر مخلوق پرستی کی ہیکل کو کچل نہیں ڈالا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ایک ہی ہاتھ نے کفر کی سب تدبیروں کو باطل نہیں کر دکھایا۔

آج کہاں ہے وہ مصنوعی کفارہ اور وہ مصنوعی خدا جس کے نام کی منادی سے پادریوں نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ اور کہاں ہیں وہ پادری جو دینِ مسیحی کی پُرزور حمایت میں دنیا کے کونے کونے میں

پہنچ کر توحید پرستوں سے ایک آدم زاد کی مصنوعی خدائی کے آگے سجدے کرا رہے تھے۔ آج انہیں خود اپنے گھر کی فکر پڑی ہوئی ہے۔

یہ صورتِ حال پُکار پُکار کر کہہ رہی ہے کہ کلمۃ اللّٰہ ھی العلیاء۔ بات وہی پوری ہوئی جو مسیح محمدی نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کہی تھی اور انتہائی مخالف حالات میں کہی تھی۔ اے کاش! لوگوں کی آنکھیں کھُلیں اور وہ خدائی فرستادہ کی صداقت پر ایمان لا کر اسلام کی اُس آخری اور ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی فتح میں حصہ دار بنیں جس کا آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے اور جس کے ظہور کے لئے خدا کی تقدیر حرکت میں آ چکی ہے۔

عاجزانہ دُعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں:-

"اے میرے قادر خدا میری عاجزانہ دعائیں سُن لے اور اس قوم کے کان کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دُنیا سے اُٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔

اے میرے قادر خدا مجھے یہ تبدیلی دُنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر ایک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین"

(حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۱۶۴)

بچوں کا صفحہ

بہترین خصلت!

جو شخص بھی اسلام پر عمل کرتا ہے اُس میں بہت سی اعلیٰ قسم کی خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ خصلتیں دیکھنے میں تو معمولی ہوتی ہیں لیکن ہوتی ہیں بہت ہی مفید۔ ان کے بے انداز فائدے کو دیکھ کر ہم انہیں بہترین خصلتیں کہہ سکتے ہیں۔ ایسی ہی بہترین خصلتوں میں سے ایک سلام کرنے کی عادت ہے۔ یوں تو یہ کوئی بڑی نیکی نظر نہیں آتی لیکن یہ ہے اِس قدر اہم اور ضروری کہ اس کے بغیر انسان کامل مومن نہیں بن سکتا۔ اِس کی اہمیت کے متعلق ہم بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث سُناتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ اسلام کی کون سی خصلت سب سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا مسکینوں کو کھانا کھلانا اور واقف کار اور غیر واقف کار سب کو سلام کہنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تم جنت میں داخل نہ ہو سکو گے جب تک تم کامل مومن نہ بن جاؤ۔ اور تم کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک تمہارے اندر باہم محبت و الفت پیدا نہ ہو۔ سو کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس کو اختیار کرنے سے تمہارے اندر باہم محبت و الفت پیدا ہو جائے؟ یاد رکھو وہ ہے ایک دوسرے کو سلام کہنا۔ پس اپنے اندر سلام کو خوب پھیلاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجلس میں آؤ تو سلام کرو اور جب جانے لگو تب بھی سلام کرو۔ یاد رکھو دونوں سلاموں کا اجر برابر ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور اُس نے "السّلام علیکم" کہا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اِس سلام کے بدلہ میں اِسے دس نیکیاں ملیں۔ بعد میں دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اِس سلام کے عوض بیس نیکیاں

اس کے حصہ میں آئیں۔ ایک تیسرے شخص نے آکر یوں کہا "السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ آپ نے جواب دے کر فرمایا اس نے تیس نیکیاں کمائیں۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام میں پہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے افضل ہے۔

اب دیکھو ایک دوسرے کو سلام کرنا بظاہر معمولی سی نیکی ہے لیکن اس کا فائدہ کس قدر زیادہ ہے۔ اِس کی وجہ سے نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ آپس میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے۔ محبت و الفت پیدا ہونے سے ایمان کامل ہوتا ہے اور ایمان کامل ہونے سے انسان جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم سلام کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب بچوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

دنیا سے دل نہ لگانے کی نصیحت

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اے دوستو پیارو! عقبیٰ کو مت بسارو کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو

دُنیا ہے جائے فانی دِل سے اِسے اُتارو

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جی مت لگاؤ اِس سے دل کو چھڑاؤ اس سے رغبت ہٹاؤ اِس سے بس دُور جاؤ اِس سے

یارو! یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اِس سے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(درثمین)

مرکزی اعلانات

مجالس انصار اللہ خیرپور کا دوسرا سالانہ اجتماع

مؤرخہ یکم و دو جون ۱۹۶۳ء کو مجالس انصار اللہ ضلع خیرپور کا دوسرا سالانہ اجتماع بمقام گوٹھ غلام محمد منعقد ہوا۔ یہ اجتماع کُل چھ اجلاسوں پر منقسم تھا۔ کثرت کے ساتھ دوست اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ اجتماع کے موقعہ پر مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ نے صدر محترم مجلس انصار اللہ کا ایمان افروز پیغام پڑھ کر سُنایا۔ انصار کے علاوہ خدام اور اطفال بھی اجتماع میں شریک ہوئے۔ اجتماع کے موقع پر تقریری مقابلہ ہوا جس میں نو دوستوں نے حصہ لیا۔ اوّل، دوم اور سوم آنے والے مقررین کو انعامات دیئے گئے۔

اس اجتماع کے دو روزہ قیام میں خورد و نوش کا انتظام مکرمی چوہدری غلام محمد صاحب کی طرف سے کیا گیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اجتماع کے اختتام پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحتِ کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی گئی اور یہ بابرکت اجتماع بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مبارک اثرات کو تادیر قائم رکھے اور اس میں تعاون کرنے والوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

(ناظم انصار اللہ ضلع خیرپور)

ضروری اعلان برائے زعماء مجالس انصار اللہ

آپ حضرات سے مخفی نہیں کہ جماعتوں کی استقامت اور ترقی کا دارومدار صحیح تربیت پر ہے۔ روحانی تربیت کیلئے بھی یہی اصول ہے ؏ جو ہو مفید لینا جو بد ہو اُس سے بچنا۔ آپ جملہ اراکین مجالس کی بلکہ گھروں اور بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ ہر بالغ مرد باجماعت نماز کا پابند ہو اور عذر شرعی کے بغیر مسجد میں نماز ادا کرتا ہو نیز حقہ نوشی اور سگریٹ وغیرہ لغویات سے پرہیز کرتا ہو۔ آپ تلقین فرماتے رہیں تاکہ اس قسم کی حرکات کرنے والا کوئی فرد نہ ہو بلکہ سب لوگ نماز باجماعت کے پابند ہوں اور جملہ لغویات سے مجتنب رہنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات میں فرماتا ہے کہ وہ نمازوں کو باقاعدہ قائم کرتے ہیں اور ہر قسم کی لغو چیز سے بچتے ہیں۔

(قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ماہنامہ انصار اللہ کا ہر احمدی گھرانے میں پہنچنا ضروری ہے

جناب مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ احمدیہ کراچی سے تحریر فرماتے ہیں :۔

"ماہنامہ انصار اللہ کے مضامین معیاری اور روحانیت افزا ہوتے ہیں۔ ترتیب بھی نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ نہ صرف اراکین انصار اللہ اسکے مضامین ترتیب اور عمدہ کتابت وطباعت پر اظہار خوشنودی کرتے ہیں بلکہ خدام بھی اس کو پڑھتے ہیں اور اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی اشاعت ہمہ گیر ہو اور ہر احمدی گھرانے میں اسے پہنچنا چاہیئے تاکہ اس کے مندرجات عالیہ سے زیادہ سے زیادہ احباب مستفیض ہو سکیں"

عہدیداران جماعت ماہنامہ انصار اللہ کو ہر احمدی گھرانے تک پہنچانے کی کوشش فرمائیں۔ سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

(قائد اشاعت)

زعماء کرام انصار اللہ توجہ فرمائیں

۱۔ ماہوار رپورٹوں کا جائزہ لینے پر معلوم ہوا ہے کہ مجالس کا ایک حصہ "قیادت ایثار" کے شعبہ کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دے رہا۔ حالانکہ موجودہ زمانہ اور فضا مقتضی ہے کہ اس طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے اور مرکز کی طرف سے جاری کردہ سالانہ ہدایات کی روشنی میں ایک معین پروگرام بنا کر اس سلسلہ میں کام کیا جائے اور ہر مرحلہ پر کام کی رفتار پر نظر رکھی جائے۔ نیز اپنی مساعی کا ماہوار رپورٹوں میں باقاعدہ اندراج کیا جائے تاکہ مرکز کو رفتار ترقی کا علم ہوتا رہے۔ جزاکم اللہ۔

(نائب قائد ایثار مرکزیہ)

۲۔ اس سال کی آمد میں گو خدا تعالیٰ کے فضل سے خوشکن اضافہ ہوا ہے تاہم ابھی تک ہماری آمد منظور شدہ بجٹ سے کم چلی آرہی ہے۔ زعماء انصار اللہ سے گزارش ہے کہ وہ اراکین سے ساتھ کے ساتھ چندے وصول کر کے مرکز میں بھجواتے رہیں تاکہ بقایا نہ ہو۔ جزاکم اللہ۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

اس خوفناک وبا سے ڈرو جو تمہارے اردگرد پھیل رہی ہے

ضروری ہے کہ تاریکی پھیلنے کے وقت میں روشنی آسمان سے اترے

اے مسلمانو! جو اولوالعزم مومنوں کے آثار باقیہ ہو اور نیک لوگوں کی ذریت ہو انکار اور بدظنی کی طرف جلدی نہ کرو اور اس خوفناک وبا (عیسائیت) سے ڈرو جو تمہارے اردگرد پھیل رہی ہے اور بیشمار لوگ اس کے دام فریب میں آ گئے ہیں - تم دیکھتے ہو کہ کسقدر زور سے دین اسلام کے مٹانے کیلئے کوشش ہو رہی ہے - کیا تم پر یہ حق نہیں کہ تم بھی کوشش کرو - اسلام انسان کی طرف سے نہیں کہ تا انسانی کوششوں سے برباد ہوسکے مگر افسوس ان پر ہے جو اس کی بیخ کنی کے لئے درپئے ہیں اور پھر دوسرا افسوس ان پر ہے جو اپنی عورتوں اور اپنے بچوں اور اپنے نفس کی عیاشیوں کے لئے تو ان کے پاس سب کچھ ہے مگر اسلام کے حصہ کا ان کی جیب میں کچھ نہیں۔

کاہلو! تم پر افسوس کہ آپ تو تم اعلائے کلمہء اسلام اور دینی انوار کے دکھلانے کی کچھ قوت نہیں رکھتے مگر خدا تعالی کے قائم کردہ کارخانہ کو بھی جو اسلام کی چمکار ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے شکر کے ساتھ قبول نہیں کر سکتے - آجکل اسلام اس چراغ کی طرح ہے جو ایک صندوق میں بند کر دیا جائے یا اس چشمہء شیریں کیطرح ہے جو خس وخاشاک سے چھپا دیا جائے۔ اسی وجہ سے اسلام تنزل کی حالت میں پڑا ہے ، اس کا خوبصورت چہرہ دکھائی نہیں دیتا ، اس کا دلکش اندام نظر نہیں آتا - مسلمانوں کا فرض تھا کہ اس کی محبوبانہ شکل دکھلانے کے لئے جان توڑ کوشش کرتے اور مال کیا بلکہ خون کو بھی پانی کی طرح بہاتے - مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا - وہ اپنے غایت درجہ کی نادانی سے اس غلطی میں ہی پھنسے ہوئے ہیں کہ کیا پہلی تالیفات کافی نہیں - نہیں جانتے کہ جدید فسادوں کے دور کرنے کے لئے جو جدید در جدید پیراؤں میں ظاہر ہوتے جاتے ہیں مدافعت بھی جدید طور کی ہی ضروری ہے اور نیز ہر ایک زمانہ کی تاریکی پھیلنے کے وقت میں جو نبی اور رسول اور مصلح آتے رہے کیا اس وقت پہلی کتابیں نہیں تھیں - سو بھائیو! یہ ضروری ہے کہ تاریکی پھیلنے کے وقت میں روشنی آسمان سے اترے "

(فتح اسلام)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا